

ہفت روزہ فتح کراچی

ظلم کے
دن پورے ہو گئے

شہر آفاق ڈرامہ سنگھائی کی عورتیں صفحہ ۱۴ پر ملاحظہ فرمائیں

سوانح ذاکت سے: ۶۰ پیسے

قیمت: ۵۰ پیسے

۶-۱۳۰ مئی ۱۹۷۱ء



شریف

حصارِ زر

خارجِ زخم، ہر اک رنجِ مختصر لے گا
 حبابِ بھی قدمے، مہلتِ سفر لے گا
 یہ دورِ ہے کہ کھل جاتے کافرا زِ ستم
 ہر ایک نالہ نامعتبر، اثر لے گا
 ہوائے دشت اڑائے گی اڑتے جاؤ گے
 یہ انتقام تمہیں سے حصارِ زر لے گا
 ہزار دشتِ آشوب، اُن سنی کر لو
 زمانہ تم سے مگر قیمتِ مفر، لے گا
 وفورِ شوق تو تاب و توان سے بڑھ کے ہے
 محال ہے کہ کوئی ہاتھ میں سپر لے گا
 تعلقات ہیں ایسے ریدہ خواب تو
 میں اس کی اور وہ میری کہاں خبر لے گا
 سب شب میں نیگنہ چمکتے رہتے ہیں
 یہی سند ہے کہ حقِ رفعتِ دگر لے گا
 یہ تا امیدتی احساسِ کفر ہے ناہید
 جو ہم سے ہوتہ سکا، وہ کوئی تو کر لے گا

اپنی اوقات پہچانو

عام انتخابات سے بہت پہلے وطن عزیز میں سامراجی طاقتوں کی سرگرمیوں میں غیر معمولی اضافہ ہو گیا تھا۔ سامراجی مشرقی پاکستان میں عجیب کی وجہ سے مطمئن تھے لیکن مغربی پاکستان سے خوفزدہ تھے کہ اس خطے میں عوام کے دلوں میں سامراج کے خلاف نفرت بڑھ اٹم پیدا ہو چکی تھی۔ طبقاتی شعور جنم لے چکا تھا، مٹر بھٹو عوام کی توجہ کا مرکز بن رہے تھے، اور پیپلز پارٹی کا سوشلسٹ اقتصادی منشور روز افزوں مقبولیت حاصل کر رہا تھا یہ صورت سامراجیوں اور اُن کے دلاؤں کے لئے کافی پریشان کن ثابت ہوئی۔

اس کا تور کر کے لئے ایک منصوبہ بنایا گیا۔ اس کے تحت بائیں بازو کی سوچ رکھنے والے عامل صحافیوں پر پہلا وار کیا گیا۔ پاکستان پہلا ملک تھا جس میں صحافیوں کے معاشی قتل عام کا بین الاقوامی ریکارڈ قائم کیا گیا۔ صحافیوں کی افریقائی تنظیم نے احتجاج کیا لیکن کسی کے کان پر جوں تک نہ ریگی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ مالکان اخبارات کو اس وقت کے وزیر اطلاعات کی ممکن حمایت حاصل تھی اور وہی ڈور ہلا رہے تھے۔ سامراجیوں کا پہلا نشانہ ضرورت سے زیادہ کامیاب رہا۔ ان کے حوصلے اور بلند ہوتے ہوئے تمام اخبارات جماعت اسلامی کے ترجمان بن گئے۔ بھٹو کے خلاف پراپیگنڈہ مہم کا عالم یہ تھا کہ پیپلز پارٹی کو جماعتیں، معرود منتسکار مولویوں اور دلیفہ خوار کٹھنوں نے غاؤس کے ذریعے کفار کی صف میں شامل کر دیا۔ اس مہم میں اخبارات کے مالکان اور نیشنل پریس ٹرسٹ کی نوکر شاہی صحافت میں خوب مقابلہ ہوا۔ آقاؤں سے وفاداری میں انہوں نے کیا کچھ نہیں کیا۔ اس کی تفصیل میں جانے کا ابھی وقت نہیں۔ مختصر یہ کہ راستے عامہ کو گمراہ کرنے کے لئے ہر قسم کے ہتھکنڈے استعمال کئے گئے۔ دوراوار مزدوروں پر کیا گیا۔ بھاری پیمانے پر چھانٹی کی گئی۔ عوام دہشت گرد یونینوں کے رہنماؤں کو انتقامی کارروائیوں کا نشانہ بنایا گیا اور مختلف حربوں کے ذریعے ٹریڈ یونینوں پر پندوں کو مسلط کر دیا گیا۔ مزارعین بھی اُن کی زد سے نہ بچ سکے تعلیمی اداروں میں غنڈہ گردی کے بھرپور مظاہرے کئے گئے۔

ان تمام کارروائیوں کا مقصد یہ تھا کہ جماعت اسلامی اور اس کی لبیل بچہ تنظیموں کو عوام کے سامنے بیروں کے طور پر پیش کیا جائے۔ انتخابات ہوں تو اس مقبولیت کی روشنی میں تمام دہشت جماعت کے امیدواروں کو ملیں۔

انتخابات سے پہلے صحافیوں، مزدوروں، کسانوں اور طلبہ پر مظالم ہوئے لیکن ظالم یہ بھول گئے کہ نظام کو تبدیل کرنے والے روزگار کی پروا نہیں۔ قربانی دینے والا نفع نقصان کے گورکھ دھندے میں نہیں پڑتا۔ اس کا تو یہ مشن ہے۔ انتخابات نے یہ ثابت کر دیا کہ ان کا منصوبہ کسی بُری طرح ناکام ہوا۔ انہیں کیسی مُنہ کی کافی پڑی اس محاذ پر مات کھانے کے بعد یہ ملک دشمن ٹولہ عجیب کے ساتھ مل گیا۔ یہ اُن کا تصور نہیں تھا بلکہ آقاؤں کا اشارہ تھا۔ عوام نے انہیں اس محاذ پر بھی چت کر دیا۔ اس پر اُن کے حواس چند دھنوں کے لئے خطا ہوئے۔ سامراجیوں کے ارمان بھی غائب ہوئے لیکن بیہوشی زیادہ دیر نہیں رہی۔ دوسرا منصوبہ بن گیا۔ آج کل اس پر عمل ہو رہا ہے۔ ایک بار پھر یہ قوم دشمن ننگے ہو رہے ہیں۔ پیپلز پارٹی کو بدست تنقید ہی نہیں بلکہ اشتعال دلا رہے ہیں۔

ان کے اخبارات اپنی طاقت کی دھونس جمانے میں مصروف ہیں۔ انہوں

۱۴ مئی ۱۹۷۱ء

خدا کی بستی کے مظلوم عوام کا ترجمان

ہفت روزہ
الفتح
کراچی

جلد : ۱ — شماره : ۵۱

۶-۱۳ مئی ۱۹۷۱ء

نگران

شوکت صدیقی — محمود شام

✽

مدیر

ارشاد راؤ

✽

معاونین خصوصی

ابراہیم جلیس — منہاج برنا

افضل صدیقی — ایم کے خجوعہ

✽

نائب مدیران

اشرف شاد — وہاب صدیقی

آرٹ ایڈیٹر: — غلام نبی بزمی

بدل اشترک فی پرچہ سالانہ ششماہی
۵۰ پیسے ۲۵ پیسے ۱۳ پیسے
ہوائی ڈاک سے ۶۰ پیسے ۳۰ پیسے ۱۶ پیسے
بحرین، کویت ۶۰ فلس
دوبئی، قطر ۵۰ درہم
سعودی عرب ۱۵ قرش
انگلند ۶ شلنگ ۶ پنیس

نظام اشاعت

دفتریات، روزہ الفتح، ۷۷ ڈی نرسری کمرشل ایریا

۱۰-ای-سی-ایچ-ایس-کراچی-۲۹

ایڈیٹر ارشد راؤ۔ مبل حق اشت پر سہ ماہیقت آباد کراچی

ہانگ کانگ ۲۰ اپریل (شائع) شاہ ایران کی ہمیشہ شہزادی اشرف پہلوی چین کے خیرونگہ اور دوستانہ دورے کے اختتام پر، جیننگ سے وطن واپس روانہ ہو گئیں۔ چین میں قیام کے دوران شہزادی اشرف نے زہیر اعظم چوان لائی اور دوسرے چینی رہنماؤں سے ملاقات کی۔ یہاں سے تاجو نگر کے چین کے ایران کے ساتھ سفارتی تعلقات سنبھالیں اور شہزادی اشرف کا دورہ چین اس سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔



شہزادی اشرف پہلوی



چو - این - لائی



شہزادی فاطمہ پہلوی

شہزادی اشرف شہزادی فاطمہ کا خیر مقدم

شاہراہ ریشم کے کرشموں کا آغاز ہو چکا ہے

دو شائع نویس

عوامی جمہوریہ چین کو تسلیم کرنے سے جہاں ایران کو تجارتی فوائد حاصل ہونگے وہاں ایران کے عوام سامراج کے خلاف اپنی جدوجہد کو مزید تیز کر سکیں گے۔

بقیہ : ادارگیہ

نئے تمام ضابطے اور پابندیوں کو بالائے طاق رکھ دیا ہے۔ ایک بدست ہاتھ کی طرح انفرادی عمارت کی فکر میں ہیں۔ قربت یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ وہ اپنے دستی اداروں میں ملک میں غارتگری کی دھمکیاں دے رہے ہیں۔

شرم کا مقام ہے۔ کیا پدی کیا پدی کا شور، ملک نازک صورت حال سے دوچار ہے لیکن مارجی پتھو سازشوں سے باز نہیں آ رہے۔ طاقت کا اندازہ ہو جائیگا۔ پتہ چل جائے گا کہ عوام کس کے ساتھ ہیں۔

انہیں جوں نہیں چاہیے کہ عوام انہیں مسترد کر چکے ہیں۔ انہیں عوام کو بے وفائی سمجھنے کی روش تہریل کرنا چاہیے گی ورنہ غارتگری کا نقشہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اتر جائے گا۔ عوام کی طاقت ہی ہے بڑی طاقت ہے یہ طاقت ان کے ساتھ نہیں غارت اور سامراجیوں کی پشت پناہی پر ناچنے والوں کا شہر عبرت ناک ہوتا ہے۔ وقت ہے کہ وہ فرشتہ دیوار چرویں۔

تھا کہ یہ روس کے نقش قدم پر چلے گا۔ ایران اور روس میں ہمیشہ اختلافات رہے ہیں آذربائیجان کا علاقہ دونوں کے جھگڑے کا سبب رہا ہے۔ چنانچہ ایران نے فاسٹرڈس کی تحریک کو آفاقی اور حقیقت پر مبنی سمجھتے ہوئے سوشلسٹ چین سے تعلقات استوار کرنے کی کوشش نہیں کی۔ وہ عوامی جمہوریہ چین کو نئے زاروں کا ہم ذرا اور ہلکا سمجھتا رہا۔ لیکن چین کے عمل نے ثابت کیا کہ وہ سوویت یونین کے نئے زاروں کا مہینا نہیں۔ چین کو روس کے فریم میں نہیں بلکہ چین کے فریم میں ہی دیکھئے۔

سوشلسٹ چین سے تعلقات استوار کرنے کی ایک وجہ یہ ہے کہ اس نے امریکی سامراج اور سوشل سامراجوں پر یہ ثابت کر دیا ہے کہ وہ صرف زندہ رہ سکتے ہیں بلکہ اسے باندھنے کی ہر کوشش ناکام رہے گی۔ سوشلسٹ چین پر اپنا پرچم لہانے کا خواب جم امریکی سامراج سے ناپاک گھٹ جوڑ کے چیمپ کا ٹیک ایک مدت سے دیکھ رہا تھا۔ اب منتشر ہو گیا ہے۔ تائیوان کے مسئلہ کو صرف امریکی سامراج اور چیمپ کا ٹیک ہی زندہ رکھے ہوئے ہیں۔ چیمپ کا ٹیک کی موت کے بعد فارموسا کا مردہ بھی دفن ہو جائے گا۔ اس نئے دنیا کے مالک سوشلسٹ چین کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھا رہے ہیں۔ ایران بھی ان میں سے ایک ہے۔

کے امکانات روشن ہیں۔ میں توقع ہے کہ شہزادی اشرف پہلوی کے دورہ سے ہائے دونوں ملکوں کے عوام کے درمیان دوستی بڑھے گی۔ اور دونوں ملکوں کے درمیان تعلقات کو فروغ حاصل ہوگا۔

اس کے جواب میں شہزادی اشرف پہلوی نے کہا "میں خبر سرکاری حیثیت سے چین کے دورے پر آئی ہوں۔ اس سے میرے خیالات کا سیاست سے کوئی تعلق نہیں ہوگا۔ لیکن میں اتنا ضرور کہہ سکتی ہوں کہ میرے بھائی شاہ ایران، ایران اور مختلف انیمال دنیا میں ہمیشہ یقینے باہمی اور باہمی احترام کے اصولوں پر تعاون اور دو طرفہ تعلقات کے حامی ہیں۔"

شہزادی اشرف پہلوی کا یہ دورہ ایران میں تعلقات میں سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ ایران، جمہوریہ چین کو تسلیم نہیں کرتا لیکن شہزادی اشرف پہلوی کے بعد شہزادی فاطمہ پہلوی کا دورہ اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ ایران عوامی جمہوریہ چین کو تسلیم انداز سے سفارتی تعلقات قائم کرنے کا زبردست خواہشمند ہے۔ ایران ابھی تک تائیوان کو تسلیم کرتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ سامراج کی خارجی پالیسی کے باقی اور منکر جان فاسٹرڈس نے اپنی کتاب "جنگ یا امن" میں عوامی جمہوریہ چین کو سوویت یونین کا ذریعہ اثر قرار دیا تھا۔ اور لکھا

ثقافتی انقلاب کے بد جب سے عوامی جمہوریہ چین نے سفارتی سرگرمیاں تیز کر دیں کامیابی متوازاں اس کے قدموں پر چھا اور جہاں سے۔ ۱۹۶۰ء میں کناڈا اور کئی دوسرے ممالک نے عوامی جمہوریہ چین کی حکومت کو تسلیم کر لیا۔ نومبر ۱۹۶۱ء میں چین اور سوویت یونین کے درمیان ایک تجارتی معاہدہ ہوا۔ جولائی ۱۹۶۲ء کے بعد دونوں ملکوں کے درمیان یہ پہلا تجارتی معاہدہ تھا۔ چین کے بڑھتے ہوئے اثر و رسوخ کو دیکھ کر امریکی سامراج بھی اپنی پالیسی پر نظر ثانی کرنے پر مجبور ہو گیا۔ ادھر ایران اور ترکی بھی چین سے تعلقات استوار کرنے کی کوشش کرتے گئے۔

گذشتہ ماہ ۱۹ ایران کی ہمیشہ شہزادی اشرف پہلوی نے چین کا دورہ کر دیا۔ ان کے دورے کے اختتام کے فوراً بعد شہزادی فاطمہ پہلوی چین کے خبر سرگامی کے دورے پر روانہ ہو گئیں۔ اگرچہ شہزادی اشرف پہلوی کا دورہ خبر سرگامی تھا۔ لیکن سیاسی معرے کے لئے اہمیت دے رہے ہیں۔ کیونکہ چینی وزیر اعظم چوان لائی کو ایران کے دوستانہ اور خبر سرگامی کے دورے کی دعوت دی گئی ہے انہیں نے قبول کر لیا۔

پینک میں ۱۹ اپریل کو شہزادی اشرف پہلوی کے عزائم دیکھئے۔ چنانچہ میں تقریب کرتے ہوئے جناب چوان لائی نے کہا "میں اور ایران کے درمیان دو ہزار سال پرانے روابط ہیں جبکہ شاہراہ ریشم کے راستے قاطعے چین سے ایران جاتے تھے۔ لیکن دوسری جنگ عظیم کے بعد امریکا کی داکٹروں اور تجزیہ کاروں کی ہتھیاریہ روایات نے یہ روابط قائم نہ رکھے۔ چین اور ایران کے درمیان بہت سی باتیں مشترک ہیں۔ اس لئے ہم یقینی ہے کہ دونوں ملکوں کے مابین تعلقات کی ترقی

پیپلز پارٹی کے خلاف نئی سازش

افضل صدیقی

یہم جنوری ۲۵ مارچ تک ہر طرف سے ایک ہی آواز اٹھ رہی تھی۔ "اقتدار عوامی لیگ کے حوالے کر دیا جائے" اور ۲۵ مارچ کے بعد یہ شور بلند ہو رہا ہے۔ "اقتدار کسی کو نہ سونپا جائے اور انتخابات دوبارہ کرانے چاہیے۔"

پہلے صدائے گانے والے جو لوگ نئے دہی لوگ دوسری صدائے گانے والے ہیں۔ پہلے بھی وہ دوسروں کے اشارے پر ناپاچ رہے تھے اور اب بھی ان کی ڈوری کوئی اور ہلا رہا ہے۔ وہ یہ لوگ اپنے ذہن سے سوچتے اور ملک کی سلامتی سے واقعی کوئی دل چسپی انہیں ہوتی تو ۲۵ مارچ سے پہلے ان کی حسب الوطنی دھان منڈی کے کسی کونے میں پڑی نہ سسک رہی ہوتی۔ ان کے اخلاص و وفا شکاری کا اندازہ ان کی سرت ایک لٹا سے لگایا جاسکتا ہے۔ انہیں اگر کسی بات کی رعایت دے دی جائے کہ یہ کون نشینے، یہ پی ڈی پی ہے، اور یہ جانتے ۲۵ مارچ سے پہلے غنڈوں کی دہشت گردی کی دہ سے خاموش تھے۔ ڈرتے تھے کہ کہیں ان کی جان و مال پر نہ بن جائے۔

احالانکہ دشمن کی راہ میں جان دینے والے بھی شہادت کا زنبق بلند ہاتھ میں، اس لئے غنڈوں کی ہنوائی پر مجبور تھے۔ مگر اب انہیں کس کا ڈر ہے اب کون ان کی جان لینے پر تیار ہو اسے۔ جو وہ اظہار حق سے گریزی نہیں کر رہے ہیں بلکہ حق کے خلاف آواز اٹھا رہے ہیں۔ نہ صرف حق کے خلاف آواز اٹھا رہے ہیں بلکہ صدر مملکت کی خواہش اور پروگرام کی مخالفت میں بھی بیان بازی کر رہے ہیں۔ ایسا ایسا قانونی استدلال اور آئینی جواز اپنے و دھند کا ڈھونڈ کر لاتے ہیں کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ کبھی کوئی کسی بڑے پاکستان ساز لیڈر کے کسی بیٹے کو

اپنا سہارا بنا کر آگے بڑھتا ہے۔ کبھی کوئی کسی مانے ہوئے محب وطن سیاست دان کی بیٹی کو دھمال بنا کر میانہ تان کی گولہ باری کرتا نظر آتا ہے۔ جب یہ دونوں دستیاب نہیں ہوتے تو ایک دو نہیں پورے ایک درجن وکیلوں کی فوج لیکر چڑھ دوڑتا ہے کہ کیسا اقتدار کہاں کے انتخابات۔ عوامی لیگ خلاف قانون قرار دے دی گئی۔ جو اکثریتی جماعت بن کر اٹھری تھی تو اسمبلیاں بھی ختم ہو گئیں۔ انتخابات بھی کالعدم ہو گئے۔ اب سب کچھ نئے سرے سے ہونا چاہیے۔ قانونی راجہ اور نفق کے ان ٹھیکیداروں سے کوئی یہ تو پوچھے کہ جتنی آسانی کے ساتھ تم نے دلیل دے دی ہے کہ دوبارہ انتخابات بھی اسی طرح جیت کر جاتے جو جاتے گئے۔ اور وہ بھی غلط نہیں، بلکہ جدا گانہ۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ صدر کے قانونی ڈھانچے کو بھی یہ لوگ ختم کرنا چاہتے ہیں۔ صدر نے بار بار کہا ہے کہ وہ جلد از جلد اقتدار عوامی نمائندوں کے حوالے کرنا چاہتے

بعض سیاسی لیڈروں کا لب و لہجہ تبدیل ہو رہا ہے

میں کہے انداز کے خواہوں کی ننگ بوس جنت زمین دوز ہو گئی تھی۔ عوامی لیگ نے مشرقی پاکستان میں اور پیپلز پارٹی نے مغربی پاکستان میں سوشلسٹ اقتصادی نظام ملک میں رائج کرنے کے لئے انتخاب لڑا تھا۔ خواہمے دونوں پارٹیوں کے لیڈروں کو محض اس لئے کامیاب کر دیا تھا کہ وہ سرمایہ دارانہ نظام کی چکی میں پستے پستے عاجز آگئے تھے۔ انھوں نے برجی کی جگہ پرچی سے کام لیا اور انقلاب لے آئے۔ مشرقی پاکستان میں عوام نے ملک کو تقسیم کرنے کے لئے دوت عوامی لیگ کی جھولی میں

ہیں۔ ۲۶ مارچ کو صدر مملکت نے جو نشری تقریر کی، اس کے آخر میں بھی انہوں نے واضح طور پر اعلان کیا تھا کہ حالات سازگار ہوتے ہی اقتدار کی منتقلی کا مرحلہ طے کرنے کے سلسلہ میں قدم اٹھایا جائے گا۔ اس کی خواہش وہ اب بھی رکھتے ہیں۔ اس کا صاف مطلب یہ تھا کہ وہ تقسیم کرتے ہیں کہ مغربی پاکستان کی کسی سیاسی جماعت نے وطن سے قدرتی نہیں کی۔ ورنہ یہاں بھی کسی سیاسی جماعت پر پابندی لگادی جاتی۔ بالفاظ دیگر ان کا قانونی وجود اور انتخابات میں کامیابی تسلیم کرنی کی ہے

نہیں ڈالتے۔ انہیں یہ جبری نہیں تھی کہ عوامی لیگ میں ایسے کارندے بھی ہیں جو انہیں دشمن کے ہاتھ فروخت کرنے پر تیلے بیٹے ہیں۔ لیکن یہ لیڈر تو خواص میں سے تھے انہیں تو معلوم ہونا چاہیے تھا کہ ہوا کا گرج کدھر ہے۔ تکی ہے انہیں سب کچھ معلوم بھی رہا ہو۔ مگر جان لیو کچھ کرنا چاہتے تھے۔ عوامی لیگ کی عکشتی "تو پارلنگ چکی تھی۔ انھوں نے سوچا جو بڑی لنگا تو بہہ رہی ہے، اسی میں ہاتھ دھو کر بس پھر سب نہ ایک سر میں ایک تال پر یہ لنگ اپنا شروخ کر دیا۔

• جلد اقتدار عوامی لیگ کو سونپ دو۔
• جلد مارشل لا رٹھاؤ۔
• فوراً قومی اسمبلی کا اجلاس بلاؤ۔
اور یہ لنگ الاپنے کی وجہ صرف ایک تھی کہ ایکشن کے بعد ملک کی دوسری بڑی اکثریتی جماعت اور اب پاکستان کی سب سے بڑی اکثریتی جماعت پیپلز پارٹی کو وہ برسر اقتدار نہیں دیکھنا چاہتے تھے۔ کیوں کہ وہ سرمایہ داروں کے اہمیت تھے۔ ان سرمایہ داروں کے جھٹولے نے عوامی لیگ سے پوری طرح گھٹ جوڑ کر رکھا تھا۔ دونوں نے ایک دوسرے سے بڑے اپنے دھوکے کو لئے تھے لیکن پیپلز پارٹی کا کٹ منٹ عوام کے ساتھ تھا۔ اور جس کا کٹ منٹ عوام کے ساتھ ہو وہ قدرتی کرنا بھی چاہے تو نہیں کر سکتا۔ کیونکہ اسے عوام کے غضب کا اندازہ ہوتا ہے۔ صرف پیپلز پارٹی ہی وہ واحد سیاسی طاقت تھی جس کے سربراہ نے مظلوم عوام کے بجائے صرف اقتدار کے رُخ پر

چلنے والی ہمارے تیر پہن لیتے تھے۔ اسے نظر آ رہا تھا کہ پیپلز پارٹی کو نظر انداز کر کے اقتدار جماعت عوامی لیگ کو سونپ دیا گیا، مارشل لا رٹھا لیا گیا اور قومی اسمبلی کا اجلاس بلا کر جھٹولے کی بنیاد پر آئین بنے دیا تو پاکستان ایک نہیں رہے گا۔ عوامی لیگ تنہا ہی کہہ کر دے گی جو جہاد کی حکومت نے کشمیر کی سرسبز حیثیت ختم کرنے کے لئے اپنے آئین میں ترمیم کر کے کیا جب پیپلز پارٹی عوامی لیگ کے ملک دشمن عزائم کی تکمیل میں رکاوٹ بن کر کھڑی ہوئی تو کونہیں کے

دوبارہ اور جداگانہ انتخاب کا منفرہ عوام کے خلاف ایک گھری سازش

ملوک الحال انسان اس عیاشی کے مقصد نہیں ہو سکتے۔

ملک کی سلامتی کے بعد اصل مسئلہ سیاسی اور

اقتصادی بحران کو دور کرنے کا ہے جو بڑھتا چلا جا رہا ہے۔ مشرقی پاکستان میں رونما ہونے والے واقعات نے تو اس بحران کو شدید تر

کر دیا ہے۔ سیاسی اور انتظامی بحران سے دوبارہ

ملک کے لئے نقصان رساں اقتصادی بحران بن جاتا ہے۔ اور جب اقتصادی بحران کا توڑ سے نکل

جائے تو پھر اوپر کی لپیٹ پوتی سے کام نہیں چلتا

ان حالات میں اگر چار صوبوں میں جزوی طور پر

اقتدار عوامی نمائندوں کو سونپ دیا جائے تو عوامی

خواہشات کے مطابق اقتصادی مسائل حل

کرنے میں مدد مل سکتی ہے۔ جو عوام کی بے بسی

کا اصل سبب بنے ہوئے ہیں۔ رنٹر رنٹر بھی

صورت مشرقی پاکستان میں بھی اختیار کی جاسکتی

ہے۔ اس وقت تک کے لئے کسی بڑے اور

غیر متنازعہ شخصیت کی انتظامی سربراہی میں جس

پر وہاں کے زیادہ لوگوں کو اعتماد ہو، کام چلایا

جاسکتا ہے۔ آخر عام حالات میں ایسی بحران

کی کیفیت کسی صوبے میں پیدا ہو جائے تو وہاں

گورنر راج نافذ کر دیا جاتا ہے یا نہیں۔ مشرقی

پاکستان میں تیزی سے صورت حال بہتر ہو رہی

ہے۔ اس چیلنج کے اندر وہ صور بھی عوامی اقتدار

کی ذمہ داری اٹھانے کے قابل ہو جائے گا۔

بہر حال اس وقت پیپلز پارٹی کو سخت آزمائش

کا سامنا ہے۔ اور مستقبل میں بھی اسے نئی آزمائشوں

سے گزرنا پڑے گا۔ عوام کی فائدہ و مشکلات اور

مصائب ہیں۔ ان سب سے اسے نمٹنا ہے۔

اس سے پہلے کہ عوام محض وعدے سنتے سنتے صبر

کا دامن ہاتھ سے چھوڑ بیٹھیں اسے اپنی مصیبتیں

درست کرنی پڑیں گی۔ اہم ذمہ داریوں کا بوجھ

اٹھانے کے لئے خود کو ہر طرح تیار کرنا پڑے گا

عوام اب زیادہ عرصے تک سرمایہ پسندوں کا غلام و

جبر برداشت نہیں کر سکیں گے۔ پیپلز پارٹی کو صحیح

معنوں میں اگر عوامی انقلاب کی قیادت کا شرف

حاصل کرنا ہے تو پارٹی کے سربراہ کو اپنے نئے سابقہ

کی خواہشات کے آگے جذبات بندھنا پڑے گا جس

لوگوں نے اس کو جسے منفرہ سمجھتے ہیں جھیل

ہیں انہیں کیا خبر جھوک انلاس جہالت اور

استعمال سے نجات حاصل کرنے کے لئے آگ

اور خون کی کشتی سر ناک وادیوں سے گزرنا پڑے۔

میں مایوسی پیدا نہیں ہوتی۔ جہاں اقتدار پیپلز پارٹی کو منتقل کرنے کا سوال اٹھا تو فوراً ہر جگہ مایوسی کی لہر دوڑ جاتی ہے۔

اپنی اپنی پسند کی بنیاد پر حزب ہیں۔

ایک درجن وکلاء کہتے ہیں کہ عوامی ایک خلاف

قانون قرار پا چکی ہے۔ اس لئے اس کے ٹکٹ

پر کامیاب ہونے والوں کی اسمبلی کی رکنیت

ختم ہوگی۔ اس لئے بنیاد نہ پانی ہوگا۔ ادھر

بیگم اختر سلیمان ان کی رکنیت کو ختم نہیں سمجھیں

بلکہ سارے اراکین کو نورالامین کی قیادت میں

دینا چاہتی ہیں تاکہ اسلام کا لولہ بالا ہو۔ اور ملکی

سالمیت کو نقصان نہ پہنچے پاسے۔ یہ بات

سمجھ میں نہیں آتی کہ جب مشرقی پاکستان کے

عوام کی اکثریت کو مثبت وطن ثابت کر دیا گیا

ہے اور ملکی سالمیت کو نقصان پہنچانے والوں

کو ٹھکانے لگانے میں فوج سے بھرپور تعاون

کر رہے ہیں تو پھر ان کے بارے میں ایسے

شکوک کا اظہار کیا جا رہا ہے۔ کیا اس سے

ان میں مایوسی نہیں پھیلے گی؟ اور امید اس

وقت پیدا ہوگی جب تمام منتخب اراکین اپنی

خود کو نورالامین کی قیادت کے حوالے کر دیں۔

یہ بھی سادہ بات ہے اور اس میں کوئی قانونی جبر

پھر نہیں کہ اگر کوئی سیاسی جماعت غیر قانونی قرار

دے دی جائے تو اس کے ٹکٹ پر کامیاب ہونے

والے اراکین اسمبلی کو اس جماعت سے لائننگ

سمجھا جائے تاکہ وہ قانون یا صدر کے حکم

کی خلاف ورزی نہ کریں اب تو یہ میراں قسم کے

بیانات دینے لگے ہیں کہ ان کا عوامی ایک سے

اب کوئی تعلق نہیں۔ یہ منتخب اراکین اگر کسی

اور سیاسی جماعت میں شامل ہو جائیں یا اپنا

آزاد گروپ بنالیں تو ان کی رکنیت کو بہر حال

ختم نہیں ہوتی۔ اس سلسلہ میں اگر کوئی قانونی سقم

رہ بھی جاتا ہے تو بہر حال صدر کو ہر قانون میں ترمیم

کر کے اس کے سقم کو دور کرنے کا اختیار حاصل

ہے۔ وہ سقم دور کر سکتے ہیں۔ لیکن مت فونی

موشگافوں کے ذریعہ انتخابات دوبارہ کرنے کا

ا۔ وہی عیاشی لوگ کر سکتے ہیں جن کے پاس

کھانے کے لئے اور ان کے لئے کو بہت ہو۔ پیٹ پر

چھ۔ کرت وں ہم کرنے والے کر دیں

اور عوام کی طرف سے بے پناہ قربانیاں دینے

کے بعد پہلی مرتبہ بالغ و لدھی کی بنیاد پر

انتخابات ہوئے تھے۔ ان پر پانی پھر کر دوبارہ

انتخاب اور جداگانہ انتخاب کا نعرو لگانے والے

ہی خواجہ خیر اندیش قسم کے لیڈر ہیں۔ جو زوری

طور پر عیب کے حوالے کرنے کیلئے بے چین نظر آ

رہے تھے۔ اور تو اور بھوک کی کھل کر حمایت

کرنے والے احتیاط پسند قیوم خاں کی روش

بھی بدل رہی ہے۔ لہجہ تبدیل ہو رہا ہے۔ ایک

وہ کیا سبھی کی مصلحتوں کا لباس تبدیل ہو رہا

ہے۔ عوام کے ٹھکانے ہوئے لیڈروں کا ایک

گروہ تیار ہو رہا ہے۔ مشرقی پاکستان میں بھی

اور مغربی پاکستان میں بھی۔ اس گروہ کا وہی

پرانا آئین جہاں بنی ہے عوام کو ان کے حقوق

نہ ملنے پائیں۔ اقتصادی پس ماندگی و دور تر ہونے

پائے۔ پروگرامی اور ناقول کے جہنم میں

چلنے والے خوشحالی اور بے اختیار کی جنت

کے پاس بھی نہ پھٹکے پائیں۔ سہروردی مرحوم

کی صاحبزادی، بیگم اختر سلیمان ڈھاکہ کی بی

کیا مشرقی پاکستان کی

قیادت نورالامین کو

سوںپ دی جائے گی؟

ہیں جہاں وہ کا عدم عوامی ایک کے اراکان

اسمبلی کو نورالامین صاحب کی قیادت میں

آزادہ کرنے کی عید و جہد شروع کرنے کا ارادہ

رکھتی ہیں۔ ان کا فلسفہ یہ ہے کہ مشرقی پاکستان

میں سیاسی سرگرمیوں کی بجائے سے قبل مغربی

پاکستان میں منتخب نمائندوں کو اقتدار

منتقل کیا گیا تو اس سے مشرقی پاکستان کے

عوام میں مایوسی اور یہ دلی پیدا ہو جائے گی۔

گویا جداگانہ انتخاب کا نعرو لگایا جائے اور

نئے سرے سے انتخاب کرنے کی باتیں کی

جائیں تو اس سے مشرقی پاکستان کے عوام

مینڈک پھر اترتے لگے۔

تھوڑے دنوں کے بعد۔

دشمن ہے۔ لادین ہے۔

ان سب کے نزدیک عیب الرحمن حضرت

مولانا شبیح عیب الرحمن بن گیا تھا۔ ان لوگوں

نے شریعہ عیب کے غبار سے اپنی پھونک بھری

اتنی پھونک بھری کہ وہ پھول کو چھٹ گیا۔

جب یہ غبار چٹا تو پھر ایک بھی جمہوریت کا

نام نہاد نام لیا نظر نہ آیا۔ سب کو ساپ سو گھ

گیا کئی دنوں تک کسی زبان سے ایک لفظ بھی

نہ نکل سکا۔ اس قدر گہرے سکتے کا عالم سب

پر طاری تھا۔

اور جب محبت وطن کی پالٹش ہونے لگی

تو بھی لوگ اپنی عاقبت کو خراب ہونے سے

بچانے کے لئے خم ٹھونک کر آگے بڑھاتے۔

دیکھو محبت وطن ایسے ہوتے ہیں۔ اور پھر وہ

اٹھا کہ کان پڑی آواز نہ سنائی دیتی تھی۔

”پاکستان ایک ہے اور ایک

رہے گا۔ بھارت اپنے ناپاک عزائم

میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔ فوج

اور عوام مل کر بھارتی راجپوتوں کا

صنایا کر دیں گے۔ بھارت کو ۱۹۶۵

کی طرح پھر مہم کی کھائی پڑے گی۔“

یہ بڑی پیاری باتیں تھیں ان کو دوبارہ

دہرایا جاتا چاہیے تھا۔ مگر جب کسی کی نیت

ہی خراب ہو تو اس سے کیا توقع رکھی جائے۔

چنانچہ یہ آوازیں۔ یہ نعرے اور یہ پیاری باتیں

دھیمی پڑنے لگیں۔ محبت وطن کا پرلا بدلتے

لگا۔ قومی اتحاد اور ملکی سالمیت کے معنی کچھ

اور ہی ٹکالے جانے لگے۔

دسمبر کے انتخابات ختم۔ دوبارہ

انتخابات۔ جداگانہ انتخابات

نئی مردم شماری کی بنیاد پر انتخاب۔

۱۹۵۶ء کا آئین لاؤ۔ اقتدار

کی منتقلی کیسی؟ اقتدار منتقل ہو تو

مشرقی اور مغربی پاکستان میں ایک

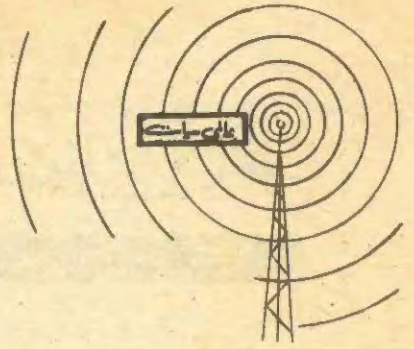
ساتھ عوامی نمائندوں کو منتقل کیا

جائے۔ ورنہ پھر انتخاب۔

۲۵ سال میں سخت مراحل سے گزرے



چینی عوام دنیا بھر کے عوام کے قریب تر ہو رہے ہیں



منظور کی گئی تھی اس میں اریٹیریا کو ایک حکومت بنانے، ایک قومی پرچم رکھنے اور دستور بنانے کا حق دیا گیا۔ مگر ایچو بیا کے شہنشاہ ہیں۔ سلامتی نے عالمی ادارت کی قرارداد کو نظر انداز کرتے ہوئے اریٹیریا کو نوآبادی بنا لیا اور وہاں کے عوام کے خلاف بڑے پیمانے پر تشدد کا رروائی شروع کر دی گئی۔ چنانچہ اریٹیریا کے عوام نے ۱۹۷۴ء سے اریٹیریا کی آزادی اور خود مختاری کے لئے مسلح جدوجہد شروع کر دی۔ اریٹیریا کے حریت پسندوں نے انتہائی ہیروئی کے عالم میں مسلح جدوجہد کا آغاز کیا تھا۔ ان کی تعداد بھی بہت کم تھی۔ مگر وقت گزرنے کے ساتھ حریت پسندوں کی تعداد میں اضافہ ہوا۔ اور ان کی کارروائی کا دائرہ بھی وسیع ہوتا چلا گیا۔ آج حریت پسند اریٹیریا کا ایک بہت بڑا حصہ آزاد کرنے میں کامیاب ہو چکے ہیں۔ اس دوران امریکی سامراج ایچو بیا کی جابر حکومت کی ہر طرح سے امداد کرتا رہا۔ ایچو بیا کی فوجوں کو جدید اسلحہ سے مسلح کیا گیا۔ حریت پسندوں کے خلاف فوجی کارروائی کے ہاتھ شہر کی آبادی پر دم برسے گئے۔ بڑے پیمانے پر گرفتاریاں کی گئیں اور عوام کو بدترین انتقام کا نشانہ بنایا گیا۔ مگر قومی مجاہد آزادی کے حریت پسندوں نے آزادی کی راہ نہ چھوڑی اور وہ امریکی سامراج اور ایچو بیا کی حکومت کے مقابلے میں ہر روز نئی فتوحات حاصل کرتے گئے۔ امریکی جاسوس طیارہ مارگرلے کا واقعہ ان کا تازہ کارنامہ ہے۔ دو سال پہلے اسی طرح اریٹیریا کے تین حریت پسندوں نے کراچی کے بین الاقوامی ہوائی اڈے پر ایچو بیا کی سرکاری ائرن لائنز پر حملہ کر کے دین بھر کے عوام کی توجہ اپنی جانب مبذول کرانے میں کامیاب ہو گئے تھے۔ مستقبل کا سرچر اریٹیریا کے انقلابیوں کا ہے آخری اور مکمل فتح حریت پسندوں کے لئے وقت ہو چکی ہے۔

سامراج اور اس کے حواریوں کی مخالفت کرتا آیا ہے اور کرتا رہے گا۔ امریکی سامراج اصل مسئلے کو حل کئے بغیر چین سے خوش گوار تعلقات قائم کرنے کی آگ میں سلگ رہا ہے۔ یہ اس کی جھاری عملی ہے۔ رہ گیا امریکہ اور اس کے چھوٹوں سے تجارتی اور ثقافتی تعلقات کا سوال تو اس کے بارے میں امریکہ اور کنڈا کی ٹیل ٹینس ٹیم کی منیٹ کے موقع پر آل چائنا اسپورٹس فیڈریشن کے رکن لی چنگ جوں کی تقریر کا حوالہ کافی ہوگا۔ انہوں نے کہا:-

”اسپورٹس کے ذریعہ دو ملکوں کے عوام کو ایک دوسرے کے قریب آنے کا موقع ملتا ہے۔ کھلاڑی دو ملکوں کے عوام کے درمیان ایک موثر رابطے کا کردار انجام دیتے ہیں، آپ لوگوں کی آمد سے ہم بے حد مسرور ہیں۔ ہمارا یہ تجربہ دونوں ملکوں کے عوام کے درمیان دوستی کے جذبے کو فروغ دینے میں مدد دے گا“

تجارتی اور ثقافتی تعلقات تندرست سیاسی تعلقات میں تبدیل ہوتے ہیں اور اس کا اثر ملکہ گہرا اثر عوام پر پڑتا ہے۔ تجارتی اور ثقافتی تعلقی دو ملکوں کے عوام کو قریب لانے کا ایک ذریعہ ہے۔ عظیم رہنما چیئر مین ماؤ کی قیادت میں چینی عوام تیزی کے ساتھ دین بھر کے عوام سے قریب تر ہونے جا رہے ہیں۔

انقلابی کردار سے بھی خائف ہے لیذا وہ ایک ایسی فضا بنانا چاہتا ہے جس سے عالمی بڑوں میں چین کا اثر گھٹ جائے۔ اور اس کی ساری سرگرمیاں دیوار چین تک محدود ہو کر رہ جائیں۔ چین امریکی سامراج کی اس منافقانہ چال سے بخوبی واقف ہے۔ تائیوان کے مسئلے پر کوئی سمجھوتہ نہ ہوگا۔ چین کا موقف واضح ہے۔ تائیوان کی چھوٹ حکومت، چین کے جسم پر بھروسہ ہے۔ اُسے چھوٹا ہے۔ چین عالمی برادری میں اپنا انقلابی کردار بھی ترک نہ کرے گا۔ اس بات کو چین اور جاپان کے تجارتی تعلقات سے واضح کیا جاسکتا ہے۔ گذشتہ تین



سالوں سے چین اور جاپان میں نام ماں اور اٹا کا لین دین ہورہا ہے مگر چین کے انقلابی کردار میں کوئی ٹھیک پیدا نہ ہوئی اور وہ جاپان کی توسیع پسندانہ حکمت عملی اور سامراجی مقاصد پر تابڑ توڑ کر رہا ہے۔ وہ دنیا بھر کے مظلوم عوام کی حمایت

انقلاب نفرتی تعداد کا محتاج نہیں رہا

کا حقیقہ تھا۔ اسی سال اٹلی نے اس علاقہ کو ترکوں سے چھین لیا۔ اور اس کو نوآبادی بنا لیا۔ ۱۹۴۲ء میں اٹلی کی فسطائی طاقت کو شکست ہوئی اور یہ علاقہ اتحادیوں کے ہاتھوں میں چلا گیا۔ دوسری جنگ عظیم کے انتقام پر اریٹیریا کا مسئلہ اقوام متحدہ میں پیش کیا گیا۔ امریکی سامراج کی تحریک پر اریٹیریا کو عوام کی مرضی کے خلاف ایچو بیا کے دنات میں شمل کر دیا گیا اور اس کے عوض امریکہ نے اریٹیریا میں جنگی اڈے قائم کرنے کی مراعات حاصل کر لیں۔ اقوام متحدہ میں اریٹیریا کے بارے میں جو قرارداد

اریٹیریا کے حریت پسندوں نے امریکہ کا ایک جاسوس طیارہ مارگرا یا۔ یہ طیارہ حریت پسندوں کے ٹھکانوں کا سراغ لگا رہا تھا۔ اس طیارے کے پائلٹ سمیت تین امریکی ہلاک ہو گئے۔ تیار شدہ طیارے سے کئی اہم دستاویزات بھی ملی ہیں۔ جس کے مطابق امریکی جاسوس طیارہ بحیرہ روم کی جنوب مشرقی بندرگاہ مساوا کے قریب گیبلا گام کے علاقہ پر پرواز کر رہا تھا۔ یہ علاقہ حریت پسندوں کے قبضہ میں ہے۔ اریٹیریا ۱۹۵۸ء تک ترکوں کی خلافت عثمان

ثقافتی انقلاب کے بعد چین ترقی خوشحالی اور سیاسی استحکام کے ایک نئے دور میں داخل ہو چکا ہے۔ چین اب اتنا طاقت ور ملک بن گیا ہے کہ اُسے کسی حال میں نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ امریکی سامراج نے چین کو عالمی برادری سے الگ تھلک رکھنے کی جو پالیسی وضع کی تھی وہ چین کی بڑھتی ہوئی طاقت کے سیلاب میں تنکے سے زیادہ ثابت نہ ہوئی۔ یہی وجہ ہے کہ امریکی سامراج اور اس کے حواری چین کو ذہنی طور پر قبول کرنے پر مجبور ہو گئے۔ امریکی سامراج چین سے تجارتی تعلقات استوار کرنے کا خواہش مند ہے۔ مغربی جرمنی جاپان اور کنڈا پہلے ہی چین سے تجارتی تعلقات قائم کئے ہوئے ہیں۔ اور اب سامراجی کمپنیوں میں یہ بات بھی بار بار مٹی جا رہی ہے کہ چین کو اقوام متحدہ میں شریک کئے بغیر کام نہیں بنے گا۔ صدر رنسن بھی اپنی ریڈیو اور ٹیلی ویژن کی تقریروں میں اس جانب اشارہ کر چکے ہیں کہ امریکہ چین سے اپنے تعلقات معمول پر لانا چاہتا ہے۔ انہوں نے چند روز پہلے اخباری نمائندوں سے بات چیت کرتے ہوئے کہا کہ امریکہ اور چین کے درمیان آمدورفت اور تجارت کے میدان میں کچھ ترقی ہوئی ہے۔ لیکن نے چین کو سفارتی سطح پر تسلیم کرنے اور اقوام متحدہ میں اس کی رکنیت کے بارے میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے کہا۔ ”یہ سوال قبل از وقت ہے، اس کے بارے میں ابھی سے کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ ان تمام باتوں کا انحصار پبلک کے رویے پر ہے۔“

صدر لیکن نے اصل سوال کا جواب جس انداز میں دیا ہے وہ سامراج کے محروم عوام کا ذہن ثبوت ہے۔ امریکی سامراج تائیوان کے محکمہ چین کے رویے میں ٹھیک پیدا کرنا چاہتا ہے اور اسی لئے وہ اقوام متحدہ میں چین کی رکنیت کے سوال پر ہمیشہ سے نالی ٹول کر پالیسی پر گامزن ہے۔ امریکی سامراج چین کے



پاک چین دشمن ہیں

مجیب سے اتحاد چین دشمن پالیسی اور اکھنڈ بھارت کی بنیاد پر کیا گیا تھا

افتح فیچر

ملاحظہ ہو:-

چین کی دیواریں کان رکھتی ہیں

”میں اپنے دوست کے ہمراہ چوٹی آئی
اسے میں ملازم ہیں، حضرت سعد بن
ابی وقاص کے مزار کی زیارت کرنے
پہنچا۔ ایک چھوٹے سے باغ میں
دسول کریم کے یہ جلیل القدر صحابی رہا
محو آرام ہیں۔ صدر دروازے پر
چیرمین ماؤ کی قد آدم تصویر لگی
ہے۔ چاروں جانب دیواریں کا
سماں تھا۔ یہاں ایک بوڑھے چینی
سے ملاقات ہوئی۔ بڑی خشک سے
وہ اسلام علیکم کہہ سکا اسے کلمہ بھی
یاد نہیں تھا۔ میں نے کلمہ پڑھ کر
سنا تو جواب میں اس نے بھی
چند ٹوٹے پھوٹے الفاظ کہے جس
کے سینے پر چیرمین ماؤ کی تصویر والا
بیچ لگا تھا۔ میں نے اشاروں میں
پوچھا آپ نے اس جگہ بھی بیچ لگا
رکھا ہے۔ آپ تو صحابی رسول کے
قدموں میں رہتے ہیں۔ اس بوڑھے
کی آنکھوں میں آنسو تیرنے لگے حضرت
معدنی ابی وقاص کے روئے سے
ملحق ایک اجارسی عمارت ہے۔ جو
کبھی مسجد رہی ہوگی۔ اب اس کی
دیواروں پر چیرمین ماؤ کے اقوال
کندہ ہیں۔ میں نے سوچا یہاں اسلام
کتنا ”خالس“ اور ”عاقور“ ہے۔
(سید فیاض الدین)

ہفت روزہ ”زندگی“ ۷ اکتوبر ۱۹۶۹ء
”زندگی“ جماعت اسلامی کا اخبار ہے۔
جماعت اسلامی کے رہنماؤں نے بھی اپنے
بیانات میں چین کے خلاف زہر پھیلا یا۔ امیر
جماعت اسلامی مشرقی پاکستان پروفیسر غلام اعظم
نے تو مشرقی پاکستان کی علیحدگی کے سلسلے میں

مجیب سے تعلقات توڑنے کے حق میں تھے۔
چین دشمنی ہی مجیب اور ان کے درمیان قدر
مشترک تھی۔ یہ لوگ چین کے کیوں دشمن ہیں
اس لئے کہ چین پاکستان کے وجود کو تسلیم کرتا
ہے اور پاکستان کی سلامتی کا خواہش مند ہے
مجیب صاحب بھی پاکستان کو ختم کرنے کے
درپے تھے اور ان حضرات نے بھی پاکستان
کو آج تک تسلیم ہی نہیں کیا۔

چین کے بارے میں ان کے حقیقی جذبات
اڑاڑے اور عوام کا اظہار ذیل میں دیئے گئے چند
اقتباسات سے ہو سکتا ہے۔ جوان حضرات
کی تقریروں، مضامین اور رسائل و اخبارات
سے لئے گئے ہیں۔ یہ اقتباسات زیادہ تر ۱۹۶۰ء
کی انتخابی مہم سے تعلق رکھتے ہیں۔ ۱۹۶۰ء -
۱۹۶۵ء کے بعد آپا تھا جب چین نے کسی فاتحہ
معاہدے کے بغیر ہی پاکستان کو ہر قسم کی امداد
دینے کا وعدہ کیا اور یہ ایک ناقابل تردید حقیقت
ہے کہ اگر اس وقت چین پاکستان کی امداد کے لئے
یوں کھل کر میدان میں نہ آتا تو حالات یقیناً سنگین
ہو جاتے۔ کیونکہ روس امریکہ دونوں بھارت
کی طرف تھے۔ دوسری مغربی طاقتیں بھی بھارت
کی طرف تھیں۔

چین دشمن یعنی پاکستان دشمن ان طاقتوں
کے لئے یہ بات سب سے زیادہ پریشانی کا باعث
ہوئی کہ جنگ کے نازک وقت کے دوران چین
نے بروقت امداد سے بارہ کرپاکستانیوں کے
دلوں میں اپنے لئے گھر کو لیا۔ اور اس دوستی کے
پردان چڑھنے والے پودے کو کاٹ دینا ان کے
بس میں نہ رہا۔ لیکن انہوں نے چین کی قیادت
چین کے نظام اور مجموعی طور پر چین کے خلاف
نفرت کا زہر پھیلانے کی ہم جاری رکھی اور میں
گھڑت کہانیاں یا ترمیم پسند روایتوں کے ذرائع
سے خبریں چھپاتے رہے۔
ان احسان فرماؤں کی ہرزہ سرائی

۱۹۶۵ء کی قومی جنگ میں عوامی
جمہوریہ چین نے جس طرح
پاکستان کا جرات مندانہ ساتھ دیا وہ نہ صرف پاکستان
کی تاریخ کا ایک اہم باب ہے، بلکہ قوموں کی دوستی
کی تاریخ کا ایک لازوال باب بھی ہے۔ اب حال
یہی ہیں جب ایک بار پھر بھارت کی طرف سے
پاکستان کی سلامتی کو خطرہ لاحق تھا، امریکہ اور
روس بھی درپردہ سازشوں میں مصروف تھے،
اس وقت بھی ہمارے دوستوں میں سے صرف
چین ہی آگے بڑھا اس کی مسلسل یقین دہانیوں
چین کے وزیر اعظم چو یین لائی کے واضح اعلان
کے بعد بین الاقوامی سیاست کا پائتہ بن گیا۔
اور جو ممالک بھارت کی ہاں میں ہاں ملا رہے
تھے وہ بھی اپنے موقف میں تبدیلی پر مجبور ہو گئے
چین نے پاکستان سے اپنی دوستی کے تمام تر عرصے
میں ایک انتہائی پیچھے اور مخلص دوست کا کردار
ادا کیا ہے۔ جب بھی پاکستان کی سلامتی کو خطرہ
درپیش ہوا، اس نے پاکستان کی حمایت کا اعلان
کیا۔ اور کبھی اس نے پاکستان کے اندرونی معاملات
میں مداخلت نہیں کی اور نہ پاکستان کے خلاف
کسی سازش میں حصہ لیا۔ پاکستان کو چین نے
اب تک جو امداد یا قرض دیا اس پر کوئی سود بھی
وصول نہیں کیا ہے۔ اس سے زیادہ چین کے
کردار کی کیا عظمت ہو سکتی ہے۔

اس کے باوجود پاکستانی میں احسان فراموش
بیدار اور جانیں موجود ہیں جو وقت ملے پر چین
پر حملہ کرنے اور مختلف الزامات عائد کرنے سے
بھی نہیں چوکیتیں۔ آج کل تو یہ لیڈر جمہوری کے
عالم میں منہ کی کھا رہے ہیں اور چین کے اعلان
پر تشکر کا اظہار کر رہے ہیں۔ کیونکہ اس کے علاوہ
کوئی چارہ کار نہیں ہے۔ لیکن وہ درحقیقت میں
چین سے خوش نہیں ہیں۔ اس سے پہلے انھوں
نے مجیب کی حمایت کی تھی۔ اور تمام تر اقتدار
اس کے حوالے کر دینے کا مطالبہ کیا تھا۔ کیونکہ

جماعت اسلامی کے اخبارات نے چین دشمنی میں آکاش دانی کو مات کر دیا

بھارت امریکہ اور چین کو ایک صف میں رکھنے کی مذموم کوشش کی۔ اور چینی پریس بھی مشرقی پاکستان کی علیحدگی کی سازش میں ملوث ہونے کا شرانگیز الزام عائد کیا۔

بردفیسر غلام اعظم کا شرانگیز بیان

یہ بات تو پہلے سے لوگوں کو معلوم ہے کہ امریکہ مشرقی پاکستان کو علیحدہ کرنا چاہتا ہے تاکہ مشرقی پاکستان بھارت کے ساتھ مل کر چین کا تہ بک کر سکے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بھارت چینی کے خلاف جارحانہ لڑائی صرف آسام کی سرحد پر لڑ سکتا ہے۔ باقی مقامات پر سرحد ہموار نہیں اور چینی علاقے کی سطح بھارتی علاقے سے بلند ہے۔ آسام تک پہنچنے کے لئے مغربی بنگال سے راستہ جاتا ہے۔ یہ راستہ مشرقی پاکستان کی سرحد کے ساتھ ۱۵۰ میل میل چوڑی پٹی کی صورت میں گزرتا ہے۔ اگر مشرقی پاکستان کے تعلقات بھارت سے کشیدہ ہوں تو یہ پٹی بھی بھی کھلی نہیں رہ سکتی۔ ستمبر ۱۹۶۵ء کی جنگ کے دوران بھارت نے یہ راستہ غیر محفوظ سمجھ کر اس کے ذریعے نقل و حرکت بند کر دی تھی۔ چنانچہ چین سے لڑنے کے لئے پاکستان کے ساتھ بھارت کے خوشگوار تعلقات ضروری ہیں۔ پاکستان مسئلہ کشمیر کے حل کے بغیر بھارت سے تعاون کرنے کے لئے تیار نہیں۔ اس لئے امریکہ کے سامنے چارہ کار یہی ہے کہ مشرقی پاکستان میں علیحدگی کی تحریک پیدا کی جائے۔ جب سے روس اور امریکہ کے درمیان پرامن بقائے باہمی نے جنم لیا ہے۔ دونوں میں اس منصوبے پر بھی اتفاق رائے ہو گیا ہے۔ دونوں چین کے مقابلے کے لئے "آزاد مشرقی بنگال" کے منصوبے کو نہایت پسند کریں گے۔

چینی پہلے اس منصوبے کا سخت مخالفت تھا۔ لیکن مغربی بنگال میں چین تراز کمیونسٹ پارٹی مضبوط ہو جانے سے اس کے خیالات میں بھی تبدیلی آئی ہے۔ اب مشرقی بنگال، مغربی بنگال اور آسام کو ملا کر اگر ایک متحدہ کمیونسٹ حکومت قائم ہو جائے تو چین اور بھارت کے درمیان مضبوط دیوار عمائدی ہو جائے گی۔ اور بھارت پر نظر بانی یلغار بھی جاری رہ سکے گی۔ اس جوشہ حکومت کی چین براہ راست مخالفت بھی کر سکے گا۔

نمائندہ زندگی سے انٹرویو

۵ جنوری ۱۹۶۰ء

ملاحظہ کیا آپ نے کہ چین پر کس طرح بالواسطہ طور پر الزام لگایا گیا ہے کہ چینی بھی مشرقی پاکستان کو مغربی پاکستان سے الگ کرنا چاہتا ہے۔ امریکہ دوستی میں یہ لوگ اس حد تک بھی چلے جاتے ہیں کہ پاکستان کی اتحاد اور سلامتی کے سب سے بڑے عمن پر ہی پاکستان کی تقسیم کا الزام عائد کر دیں۔

میاں طفیل محمد کی چین دشمنی

یہ تو تھے مشرقی پاکستان کے امیر جماعت اسلامی اور اب مغربی پاکستان کے امیر جماعت اسلامی میاں طفیل محمد کی ہر افشانی ملاحظہ ہو۔

سوشلزم کے مقابلے میں کپشولزم کا نظام کئی درجے بہتر ہے۔ اس لئے کہ اس نظام میں ہر شخص کو اپنی مرضی کے مطابق زندگی گزارنے کی آزادی ہوتی ہے۔ مندرجہ کا ظالم سے ظالم دوریرہ اور پنجاب کا بدتر سے بدتر جاگیردار بھی اپنے ملازم کو جو سہولتیں ہسپا کر دیتا ہے، سوشلزم میں اس کا تصور تک نہیں کیا جاسکتا۔ کیا چین میں زمین اور دولت کی برابر برابری تقسیم ہوگئی ہے، نہیں۔ سوشلزم میں حکمرانوں، کمندوں اور ڈپٹی کمندوں

میں توسعات ہو سکتی ہے۔ لیکن عام شہری اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔

(تحریک ۴ جنوری ۱۹۶۰ء)

اب کچھ اور حضرات کی گورنمنٹیاں دیکھئے

مولانا احتشام الحق تھانوی

کی من ترانیاں

"ڈاکٹر سمیتہ اللہ مرحوم ڈاکٹر سراج الحق اور مغربی پاکستان کے دوسرے علماء کے ساتھ میں نے چین کے دورے میں دیکھا کہ وہاں نہ تو کسی مزدور کو مل کا مالک بنایا گیا اور نہ کسی کسان کو زمین کا مالک بنایا گیا بلکہ پوری قوم کی ملکیت کو ختم کر کے رکھ دیا۔

(جنگ ۴ جنوری ۱۹۶۰ء)

میں ماؤزے تنگ کا نظام نہیں چاہتے۔ لوگ سمجھتے ہیں کہ مولوی کے دور میں تو کچھ نہیں مگر سوشلسٹوں کے دور میں شاید کچھ مل جائے گا۔ لیکن انہیں یہ علم نہیں کہ یہ دھولے کا زمانہ ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ یہاں مزدوروں کسانوں اور غریبوں کی معاشی حالت بہتر ہو۔ لیکن اس کے لئے ماؤزے جیسک نہیں مانگنی چاہیئے۔

(احتشام الحق تھانوی)

۵ جنوری ۱۹۶۰ء

میاں طفیل محمد

مندرجہ عرب جمہوریہ الجزائر، عراق، شام، سوڈان اور لیبیا سوشلزم کو اپنے نظریے کے طور پر قبول کر کے کفر کی آغوش میں چلے گئے ہیں اور ان ملکوں میں سچے مسلمان رہنماؤں کا جینا درد ہو رہا ہے۔ روس اور امریکہ نے تمام علم ملکوں میں اسلام کو ختم کرنے کے لئے ایک طے شدہ منصوبہ بنا رکھا ہے۔ جہاں تک اسلام کی مخالفت کا تعلق ہے، چین بھی دوسری دوسری طاقتوں امریکہ اور روس کے ساتھ ہے۔

(۶ جنوری ۱۹۶۰ء)

انتخابی جہم میں اپنے مذموم منصوبہ کی تکمیل کے لئے احسان فرمائش اور پاکستان دشمنی حضرت چین کے خلاف نفرت پھیلانے میں مصروف تھے۔ بعض جلسے اور جلسوں میں چین کے عظیم قائد ماؤزے تنگ کے خلاف بھی نعرے لگائے گئے۔ بعض جلسوں میں چین میں ماؤزے تنگ کی تصاویر جلانی بھی گئیں۔ ایسے ہیں پاکستان میں چینی سفارت خانے نے دوستانہ احتجاج کیا۔ اس خبر کا متن یہ تھا۔

"اسلام آباد۔ ۵ جنوری۔ پاکستان

کے بعض سیاست دانوں نے عوامی جمہوریہ چین اور اس کے لیڈروں کے خلاف جو نکتہ چینی کی ہے۔ اس کے بارے میں چین کے سفارت خانے نے حکومت پاکستان سے شکایت کی ہے۔ چینوں کا کہنا ہے کہ انھوں نے تھائے باہمی کے پانچ اصولوں کی سختی سے پابندی کی ہے اور کبھی پاکستان کے داخلی حالات پر تبصرہ نہیں کیا۔ اس لئے ان کی سمجھ میں نہیں آتا کہ پاکستان کے سیاست دان چین اور اس کے لیڈروں پر کیوں نکتہ چینی کر رہے ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ پاکستانی سیاست دانوں نے بعض بڑی طاقتوں پر نکتہ چینی کی ہے۔ لیکن دوسری طاقتیں مینہ طور پر پاکستان کے اندرونی معاملات میں خاصی دلچسپی لیتی ہیں۔ چین نے ہمیشہ پاکستان کے اندرونی حالات پر تبصرہ کرتے سے گریز کیا ہے۔ چین کے لئے یہ بات خاص طور پر قابل مہترس ہے کہ بعض سیاست دانوں نے چین میں ماؤزے تنگ کے بارے میں بھی نازیبا باتیں کہی ہیں جو ہمارے لئے ایسے ہی محترم ہیں جیسے پاکستان کے لئے قائد اعظم۔"

چینی سفارت خانے کا یہ احتجاج تمام تر اخبارات میں شائع ہوا۔ اور اس سے پاکستان کے تمام محب وطن ملکوں میں تشویش کی ہر دوڑ مچی تھی کہ بعض مفاد پرست سیاسی جاعزن نے اپنے مفادات کے حصول کے لئے ایسے جس پر چین کے لئے شرمناک اور بے شرم شکل میں

پاکستان دشمن عناصر چین دوست نہیں ہو سکتے

کے کشمیرات کہتے ہیں، ہم بڑے ہی سیکن مولانا بھاشانی اور ماؤزے تنگ کے بارے میں ان کا کیا خیال ہے۔

نویزادہ نصر اللہ خان

۱۳ اپریل ۱۹۷۰ء

۱۱ اپریل ۱۹۷۰ء کے زندگی میں ایک دوسری کتاب کے حوالے سے چین میں ماؤزے تنگ پر یہ الزام عائد کیا گیا ہے کہ چین میں نے اپنے بیٹے کو خود ہی مراد دیا تھا۔ چین کی اشتراکی تحریک کے ابتدائی ایام میں غوفین تعلیم کے جوائنتا جوتے اس کے اصل ذمہ دار بھی خود چین میں ماؤزے تنگ ہیں۔

۱۲ مئی کو پروفیسر غلام غلام نے ایک اور بیان دے کر چین کے خلاف نفرت پھیلانے اور پاکستان کے داخلی معاملات میں چین کی بالواسطہ مداخلت کا فائدہ تر شا۔

”یہاں ماؤزے اور لینن کے قوانین نہیں چل سکتے۔ پاکستانی عوام اسلام کے لئے جان دے سکتے ہیں۔ ارباب خاں کی متعدد غلطیوں میں بڑی غلطی یہ تھی کہ انھوں نے مولانا بھاشانی کو چین کے دورے پر بھیج دیا۔ مولانا بھاشانی وہاں سے ماؤزے تنگ کے مرید بن کر آئے۔ اور پاکستان میں اپنے پیر ماؤزے تنگ کے بنائے ہوئے قوانین مسلط کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ ان کی لائحہ عمل کا جواب یہاں کے عوام بائیس سے دیں گے۔“

آخر میں ہم مولانا مودودی کی تقریر کا ایک حصہ دے رہے ہیں۔ اس میں بھی بالواسطہ طور پر الزام لگایا گیا۔ یہ کہ سوشلسٹ چین، بنگال کو آزاد کا دے گا۔ مولانا کی وہ تقریر تو سب لوگوں کو ازبر ہوگی جس میں انھوں نے سوشلسٹ کی زبانیں گدڑی سے پھینچ لینے کا حکم دیا تھا۔ اور چین پر الزام لگایا تھا کہ اس نے اپنا اثر بھر پاکستان میں تقسیم کر کے پاکستانی عوام پر کمبوزم مسلط کرنے کی کوشش کی تھی اب ایک تقریر ملاحظہ ہو۔

”ظاہر ہے پاکستان اسلام کے لئے بنا تھا نہ کہ سوشلزم کے لئے۔“

نہیں۔ لیکن ہزاروں کی تعداد میں ماؤزے تنگ کی تصویروں کے بیچ پاکستان میں لاکھ عوام اور بالخصوص نئی پود میں تقسیم کرنے اور کرنے میں آخر کی معقولیت ہے۔ جبکہ یہ کوئی دھمکی بھی بات بھی نہیں ہے کہ مسلمان اسلامی تعلیمات کی بنا پر کسی غیر ملکی زوردار خود اپنے محبوب قائد اعظم کی تصویر کو بھی اپنے سینوں پر آویزاں کرنا اصولاً درست نہیں سمجھتے ایسی صورت میں اگر ماؤزے تنگ کی شخصیت متنازعہ نہ رہتی ہوتی ہے۔ اور کوئی شخص اشتعال میں آکر کوئی غلط بات کہہ اٹھا ہے تو اس کی ذمہ داری کس پر ہے؟

”ایک اور چیز جو گزشتہ سال ارباب خاں کے منگاموں کے دوران اہل راولپنڈی کو بری طرح کھٹکی دے عوامی جلسوں کے دوران چین سفارت خانے کے غیر معمولی دھمکی تھی۔ اس زلزلے میں یہ بات اکثر محسوس کی گئی کہ چین سفارت خانے کی ایک گاڑی طلبہ اور عوام کے احتجاجی جلوسوں کے دوران ان کا جائزہ لیتی ہے۔ گولی مار کر ان کے دوران میں جیب ذوالفقار علی بھٹو راولپنڈی آئے اور ترک پر ہوا۔ اسے بڑے جلوس کی معیت میں شہرے جانا ہوئی دھمکی پور نص کتاں شاہراہ پہلوی سے گزر رہے تھے تو چین سفارت خانے کی یہ گاڑی بھی جلوس کے عقب میں چل رہی تھی۔ جسے اس روز بعض پریشر طلبے نے نہ صرف گھیرے میں لے لیا تھا بلکہ پاک چین دوستی اور ماؤزے تنگ زندہ باد کے نعرے لگاتے گئے تھے۔

مکمل ہے کہ سب محسوس اتفاقات کا کرشمہ رہا ہو۔ لیکن راولپنڈی کے ہزاروں افراد نے سب کچھ یکجہم خود دیکھا اور عوامی نوعیت کا تاثر اظہار کیا۔ ”زندگی“ ۴ مارچ ۱۹۷۰ء

یہ تھا جماعت اسلامی کا انداز فکر۔ اس وقت چور کو تو ال کو ڈانٹتے۔ ذمہ داری بھی چین سفارت خانے پر ڈال دی۔ اور اپنے طرز گفتار میں کوئی تبدیلی نہ کی۔ ایک اور بزرگ حقہ ٹوپی فیم کا سبق ملاحظہ ہو کہ بلاویر چین میں ماؤزے تنگ کا ذکر بیچ میں لاکر انہیں کشمیر ثابت کرنے کی کوشش۔

مشرقی پاکستان کی سیاست دانوں کو جو جواب دیں

بہت بڑا حصہ چین کے ان ناغابت اندیش دوستوں کے بچکانہ طرز عمل کا ہے جو پاکستان میں سوشل نظام قائم کرنے کے اندھے جوش میں اسلام پسند اکثریت کے اندر سوشلسٹ ملکوں کے بارے میں نفرت پیدا کرنے کا باعث بن گئے ہیں اور خواہ مخواہ اسلامی جماعتوں کے بارے میں چین دشمنی نافذ کر رہے ہیں۔

”چینی سفارت خانے سے ماؤزے تنگ کی تصویروں کے بیچوں کی تقسیم یہاں سنجیدہ حلقوں میں عرصے سے نا پسندیدگی کا اظہار کیا جا رہا ہے۔ لوگوں کا کہنا ہے کہ چینی عوام اگر اپنے محبوب رہنما ماؤزے تنگ کی تصویر کو دل کے آئینے میں نقش نہیں کر سکتے یا کر سکتے ہیں اور اس کے باوجود ان کی تصویروں کے بیچ اپنے سینوں پر آویزاں کرنے کی ضرورت محسوس کرتے ہیں تو انہیں حق پیتا ہے کہ وہ شرق سے ایسا کریں۔ جس اس پر کوئی اعتراض

پاکستان کا بے غرضی سے ساتھ دیا ہے اور پاکستان کو سامراج کے پنجے سے پھرنے کی کوشش کی ہے۔ جبر سے چانگام تک اس احتجاج کے بعد چین کے خلاف بیانات دینے والوں پر بعض طعن کی بارش ہوئی۔ ان کی دکالت کو بھی جماعت اسلامی سامنے آئی۔ جماعت اسلامی کے حامی ہفت روزہ ”زندگی“ کے پینڈی کے رپورٹ نے لکھا:

چینی سفارت خانے کی اس شکایت کے بعد یہاں بعض حلقوں میں خیال کا اظہار بھی کر رہے ہیں کہ چین کو ۱۹۶۵ء کی پاک بھارت جنگ کے بعد پاکستانی عوام کی جو ہر گیر بددعا اور دوستی حاصل ہوئی تھی وہ تحریک بحالی جمہوریت کے دوران اسلام اور سوشلزم کی نظر بانی کش مکش شروع ہونے کے بعد اسی پر جوش نہیں رہی اور اب نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ چینی سفارت خانے کو باتا دہ حکومت پاکستان سے گلے شکوے کرنے کی ضرورت پیش آنے لگی ہے۔ ان حلقوں کے نزدیک اس صورت حال پیدا کرنے میں جہاں

آئندہ شاہے دیہ

مشرقی پاکستان کی حقیقی صورت حال ہمارے نائنو خصوصی محمود شام کے قلم سے آنکھوں دیکھا حال

جماعت اسلامی کے لندن پلان کا دستاویزی ثبوت فائلوں میں سے

سندھ میں ہاریوں پر مظالم اور استحصال کے بارے میں اعداد و شمار پر مبنی ایک مکمل اور دل ہلا دینے والی دستاویز

اس کے علاوہ

ایک خبر کی کہانی • درحقیقت • عالمی سیاست • ہنزہ سے چانگام اور دیگر مستقل عنوانات

طالبات کالجوں میں

سرکاری گرانٹ کے ہزاروں روپے خرید کر دیتے گئے

گذشتہ رپورٹ میں چند کالجوں میں ہونے والی بند عنونیوں کا ذکر تھا۔ اس مرتبہ طالبات کے کالجوں میں سرکاری گرانٹ کے بلے میں ہونے والے گھپلے ملاحظہ فرمائیے۔

اثریت شاد

جن ٹیچرز اور دوسرے عملے کو دی گئی ہے ان سے اسکول اور کالج دونوں میں کام لیا جاتا ہے اور اسکول کے اکاؤنٹ میں ان کی عینہ و تنخواہیں بھی دکھائی گئی ہیں۔ ایسے اساتذہ کے سلسلے میں جو اسکول اور کالج دونوں جگہ کام کرتے ہیں۔ تنخواہوں کا یہ نمونہ، جو کہ حقیقتاً اساتذہ کو نہیں دیا گیا ہوگا، گرانٹ ان ایڈ کے ضابطوں کی خلاف ورزی ہے۔ آڈٹ نے اس میں سے ایک حصہ انتظامیہ سے واپس طلب کرنے کی ہدایت کی ہے۔

اسلامیہ کالج برائے خواتین ناظم آباد

اسلامیہ انٹر کالج برائے خواتین ناظم آباد نے اپنی سرکاری گرانٹ میں جو بند عنونیوں کیں ان میں اس نے خاسے پھوسٹریں کا ثبوت دیا۔ مثلاً ۱۲ اپریل ۱۹۶۶ء کی تاریخ میں گلاس کے بارہ ٹکڑوں کی خریداری کا خرچہ شامل ہے۔ رنگ محل سے خریدے جانے والے اس گلاس کا کیش میمونیفرم ۶۱ ہے۔ اس پر ۳۰ مئی ۱۹۶۶ء کی تاریخ پڑی ہوئی تھی، لیکن یہ تاریخ کٹ کر ۲۸ جنوری ۶۷ء کی لکھی ہے۔ اسی طرح رنگ محل کے ایک اور کیش میمونیفرم ۳۰ مئی ۱۹۶۶ء ورنش پیمنٹ وغیرہ کی خریداری کے سلسلے میں ۸۷ روپے کا داخل کیا گیا ہے جسے آڈٹ نے غلط قرار دیتے ہوئے یہ رقم واپس طلب کی ہے۔ اسی طرح کالج کی انتظامیہ نے ایک ہزار ۶ سو روپے ۹۹ پیسے کی ایک رقم کا خرچہ اس نام پر ظاہر کیا ہے کہ فائونڈیشن کے دن عملے کو خصوصی ایڈوائس دیے گئے تھے۔ انتظامیہ جو اساتذہ کو ہوا تنخواہ دیتے وقت بھی ٹیکس محسوس کرتی ہے اس نے یہ رقم گھپے کیا ہوگا، کچھ کچھ میں نہیں آتا۔ کالج کے عملے کی کل تنخواہ ۳۳ ہزار ۲۰ روپے بنتی ہے۔ اس میں سے ۴ ہزار ۲۰ روپے کی تنخواہ

کا سرٹیفکیٹ طلب کیا گیا۔ جس میں کہ اس بات کی تصدیق کی گئی ہو کہ مرمت کے لئے وقتاً میں لاگت درکار تھی۔ لیکن کالج کی انتظامیہ نے پی ڈبلیو ڈی کے اس سرٹیفکیٹ کے بجائے ایک پرائیویٹ آرکیٹیکٹ کا سرٹیفکیٹ منسلک کر دیا جس میں ان اخراجات کی تصدیق کی گئی تھی۔ قواعد کے مطابق نجی آرکیٹیکٹ کا یہ سرٹیفکیٹ اس قسم کی تصدیق کے لئے کافی نہیں سمجھا جاتا۔ اسی لئے آڈٹ نے اپنی رپورٹ میں ہدایت کی ہے کہ پی ڈبلیو ڈی کا سرٹیفکیٹ نہ ملنے کی صورت میں یہ رقم کالج سے واپس طلب کی جائے۔ اسی طرح فرنچیز کی مرمت کی مد میں ۱۱ ہزار ۵ سو روپے کی رقم ظاہر کی گئی تھی۔ قواعد کے مطابق فرنچیز کی مرمت کی رقم اس کی قیمت کے ۵ فیصد سے نام نہ نہیں ہونا چاہیے۔ فرنچیز کی مالیت انتظامیہ نے اپنے سرٹیفکیٹ میں ۹۲ ہزار ۶۵۵ روپے ۶۱ پیسے بتائی ہے جس کا ۵ فیصد ۴۷ ہزار ۶ سو ۶ روپے ۸ پیسے ہوتا ہے۔ تقریباً ایک ہزار روپے کا یہ خرچہ بھی ضابطہ کی خلاف ورزی تھا۔ ویسے یہ بات بڑی حیرت انگیز ہے کہ پی ای سی ایچ ایس کالج میں مرمت کا کام بہت ہوتا ہے۔ عمارت کی مرمت اور پھر فرنچیز کی مرمت اور وہ بھی سو سو سو کی نہیں ہزاروں روپے کی۔ غالباً اخراجات کی مد میں اضافہ کیا۔ ایک مہل اور آسان اور سیدھا طریقہ ہے لیکن کالج کی انتظامیہ اس میں توازن برقرار نہ رکھ سکی جس کے نتیجے میں

پی ای سی ایچ ایس کالج برائے خواتین نے پی ڈبلیو ڈی کے سرٹیفکیٹ کے بجائے ایک پرائیویٹ آرکیٹیکٹ کا سرٹیفکیٹ منسلک کر دیا

پی ای سی ایچ ایس کالج برائے خواتین کو ۱۹۶۵ء - ۶۶ء اور ۶۶ء - ۶۷ء کے سالوں کے اخراجات کے نمونہ کے مطابق ایک لاکھ ۴۰ ہزار ۱۰۰ روپے اور ایک لاکھ ۲۲ ہزار روپے کی دو گرانٹ ۶۶ء - ۶۷ء اور ۶۷ء - ۶۸ء کے سالوں کے لئے دی گئی تھیں۔ کالج نے جو اخراجات ظاہر کئے تھے ان میں دوسلوں کے دوران میں کالج کی عمارت کی مرمت کی مد میں ۱۳ ہزار ۹ سو ۲۰ روپے ۹۲ پیسے اور ۱۶ ہزار ۱۶۹ روپے ۶۳ پیسے کی دو رقمیں ظاہر کی گئی تھیں۔ ڈائریکٹریٹ نے ۳۱ ہزار ۹ سو روپے ۶۵ پیسے کی رقم میں سے صرف ۱۲ ہزار ۵ سو روپے کی رقم کی منظوری دی لیکن اس کے لئے بھی پی ڈبلیو ڈی

قانون پاکستان گرانٹ کالج

کالج نے ۶۶ء - ۶۷ء کے اخراجات کا جو نمونہ پیش کیا اور جس کی بنیاد پر اسے آئندہ سالوں کے لئے سینٹینس گرانٹ ملی۔ اس میں ستر ہزار ۲۵ روپے عملے کی تنخواہوں کے طور پر دکھائے گئے تھے۔ لیکن عملے کا جو ذاتی ٹائم شیل داخل کیا گیا تھا اس کے مطابق یہ عملہ کالج کے ساتھ ساتھ ادارے کے اسکول میں بھی کام کر رہا تھا۔ لہذا ان کی تنخواہوں کے یہ اخراجات قاعدے کے مطابق نہیں تھے۔ اگر انتظامیہ ڈائریکٹریٹ سے اس بات کی اجازت حاصل کر لیتی ہے کہ اسکول میں کام کرنے والا عملہ کالج میں بھی کام کرے گا۔ تب بھی تنخواہوں کا صرف پچاس فیصدی جو ۳ ہزار ۱۷ روپے

میں اک پستی لڑکی

شہلا

میں کہ اک بے سروساماں مسافر کی طرح
اس بھرے شہر میں انجان، اکیلی، تنہا
نہ کوئی دوست نہ ساتھی نہ ثنا سا نہ رشتیق
نہ کوئی ہمد و ہماز و مہرباں و شفیق
نہ کوئی جھوٹ نہ دھوکا نہ خوشی اور نہ غم
نہ کوئی مال و متاع اور نہ کوئی جاہ و حشم
نہ کوئی رسم و روایت نہ کوئی گھر نہ مکان
نہ کوئی بستر و تکیہ نہ طرب کے ساماں
نہ کوئی مسجد و مندر نہ کلیسا، گرجا
نہ کوئی دین نہ مذہب نہ کوئی بت نہ خدا
نہ کوئی عظمت و شہرت نہ کوئی علم ہنر
نہ کوئی منزل مقصود، فقط راہ گزر

پھر بھی آدم کی جواں سال، حسین لڑکی ہوں
اور پہلو میں دھڑکتا ہوا دل رکھتی ہوں
یوں نہ مڑ جاؤ مجھے دیکھ کے دنیا والو
کوئی پیسہ نہ سہی، میٹھی نطرس ہی دے دو
سانس اک جرم ہے، کفارہ ادا کرنا ہے
ہوش آ جانے سے پہلے ہی نشہ کرنا ہے

بتا سہ۔ عہد کی تنخواہوں کے طور پر وصول
کیا جاسکتا ہے۔ اس طرح انتظامیہ نے قواعد
ضوابط کی نہ بھکا خلافت و رزی کرتے ہوئے
گراٹ وصول کرنے کے واسطے ۲۵ ہزار ۱۲
روپے کا خرچ غلط طور پر ظاہر کیا۔

مزید برآں کراچی ریجن کے ایجوکیشن کوڈ کے
آرٹیکل نمبر ۶۵ کے مطابق جن اداروں کی ٹوشن
فیس کوڈ میں متعین کردہ حد سے زیادہ ہے
انہیں مینٹنس گراٹ نہیں دی جاسکتی۔ کوڈ
میں فیس کی جو حد مقرر ہے وہ فرسٹ اور
سیکنڈ انٹرمیڈیٹ کے لئے ۱۲ روپے ماہانہ اور فرسٹ
انیر اور سیکنڈ انیر آئرس کے لئے دس روپے ماہانہ
ہے۔ جب کہ کالج طلبہ سے جو فیس وصول کرتا
ہے وہ ان جماعتوں کے لئے علی الترتیب ۳/
روپے اور ۲۵ روپے ہے۔ اس طرح خاقون
پاکستان کالج مینٹنس گراٹ کی وصولی کا حقدار
نہیں ہے۔ آڈٹ نے اس بنیاد پر ہدایت کی تھی
کہ کالج کو دی جانے والی ۱۱ ہزار ایک سو روپے
کی یہ پوری گراٹ فوری طور پر انتظامیہ سے
واپس وصول کی جائے۔ لیکن یہاں یہ سوال بھی پیدا
ہوتا ہے کہ ڈائریکٹریٹ کو کیا اس معاملے کا تسلیم
نہیں تھا۔ اور آیا یہ نہیں محاذ تھا کہ کالج طلبہ
سے کتنی فیسیں وصول کرتا ہے اگر یہ سب کچھ معلوم
تھا تو پھر اس نے اپنی آنکھیں بند کر کے سرکاری
امداد اس طرح کیوں لٹا دی۔ یہ ایک اور سوال
ہے جو ابید ہے پہلے ہیٹ سے سوالوں کی طرح
تشہ جواب ہی رہے گا۔

سرسید گراٹ کا لچ

۶۔ ۱۹۶۴ء کی آڈٹ رپورٹ کے مطابق
سرسید کالج کو ایک ہزار ۲۹ روپے کا زیادہ
ادائیگی ہو گئی تھی جس کو واپس کرنے کی ہدایت
کی گئی تھی۔ لیکن ۶۔ ۱۹۶۷ء کی آڈٹ رپورٹ
کے مطابق اس وقت تک اس ہدایت پر عمل نہیں
ہو سکا تھا۔ اسی طرح ۶۶۔ ۱۹۶۵ء کی آڈٹ
رپورٹ کے مطابق ۷۹ اور ۵۹۲/۲۹ روپے
کے خلافت قواعد اخراجات کی رقم آڈٹ کی ہدایت
کے باوجود واپس نہیں کی گئی۔ ۶۷۔ ۱۹۶۶ء اور
۶۸۔ ۱۹۶۷ء کے سالوں کے دوران بھی آڈٹ
نے ۲۵۸/۱۷ روپے کی رقم کے اخراجات کو گراٹ
کے قواعد کی خلافت و رزی کے مترادف قرار دیا تھا۔
پہلے کی طرح بہرور ہو رہے ہیں۔



ایسٹرن فارمیسیوٹیکل لیبارٹریز کی خواتین کارکنوں کو اغوا کرنے کی دھمکی

فیکٹری کی انتظامیہ نے معاہدے کی دھجیاں اڑا دیں

ڈاکٹر شمیم زین الدین

کہا جائے گا۔

۶۔ فرض کے لئے پانچ ہزار کی رقم مہیا کی جائے گی۔

۷۔ نئے ملازمین کو ڈبل اور ٹائم اور پلے ملازمین کو اور ٹائم ان کی ہفت تنخواہ کے مطابق دیا جائے گا۔

۸۔ خاتون ملازمین کی آمدورفت کے لئے بس کی سہولت فراہم کی جائے گی اور مزدوروں کو آمدورفت کا کرایہ دیا جائے گا۔

۹۔ نئے ملازمین کو کم سے کم ۱۴۰ روپے تنخواہ دی جائے گی۔

معاہدے کی سبھی اچھی شک بھی نہ ہوئی تھی کہ خلاف ورزیاں شروع ہو گئیں۔ انتظامیہ نے ان میں کسی ایک مطالبہ کو پورا نہ کیا۔ یونین نے جب معاہدے پر عملدرآمد کے لئے زور دینا شروع کیا تو یونین کے عہدے داروں سمیت چار سرگرم کارکنوں کو ملازمت سے علیحدہ کر دیا گیا۔ یونین نے پرامن طریقے سے برطرف شدہ ملازمین کو دوبارہ بحال کرانے کی جدوجہد کی مگر انتظامیہ اپنی جھٹ دھرمی پر قائم رہی۔ یونین کی جانب سے ہڑتال کا نوٹس دیا گیا۔ اس دوران فیکٹری کی انتظامیہ نے شہر کے ایک سیٹری شیڈ اور بدنام ترین شخص کے آرمیوں کو بھرتی کرنا شروع کر دیا تاکہ ہڑتال کے دوران فیکٹری کی مشینیں چلتی رہیں۔ یونین نے اس مسئلے کو گفت و شنید سے حل کرنے کی کوشش کی اور ہڑتال سے گریز کیا۔ کیونکہ ہڑتال ہونے کی صورت میں انتظامیہ کی جانب سے بڑے پیمانے پر غنڈہ گردی کا خطرہ تھا۔ لیکن کمپنی کے مالکان نے اس کے جواب میں معقولیت پسندی کا ثبوت نہ دیا۔ اور یونین کے جنرل سیکریٹری انجیلری اور چار سرگرم خاتون کارکنوں کو بے حیاء الزامات لگا کر ملازمت سے علیحدہ کر دیا۔ ملازمین نے ہمت نہ ہاری اور وہ اپنے ہول بڑھتے رہے۔ ملازمین

مشترکہ جدوجہد، اتحاد اور یک جہتی کا نام ہے۔ اس کے بغیر فیکٹری کے مالک سے کوئی مطالبہ نہیں منایا جاسکتا۔ یونین کا نام سن کر ملازمین کا کچھ حوصلہ بلند ہوا اور انھوں نے آپس میں مشورہ کرنے کے بعد ۱۹۶۸ء میں ایک باقاعدہ یونین کی بنیاد ڈالی۔ اس کے فوراً بعد فیکٹری کی انتظامی مشینری حرکت میں آگئی اور سرگرم کارکنوں سے انتقام لینے کا سلسلہ شروع کر دیا گیا۔ لیکن فیکٹری کے ملازمین نے اپنی جدوجہد ترک نہ کی اور وہ برابر آگے بڑھتے رہے۔ محنت کشوں کے اتحاد اور یک جہتی نے انتظامیہ کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دیا۔ اور بالآخر ۲ جنوری ۱۹۷۰ء میں یونین اور انتظامیہ کے درمیان ایک معاہدہ ہوا۔ جس کے تحت ملازمین سے سختی و عدل کیا گیا کہ

۱۔ ۱۷ جنوری ۱۹۷۰ء سے ملازمین کے لئے

ہوئے چہروں پر امید کی کرن ناظر رہی تھی۔ ایک بہتر اور خوشگوار مستقبل کا خواب پورا ہونے والا تھا۔ کمپنی کے ملازمین دیکھ رہے تھے کہ کمپنی کے مالک جو پہلے ایک جھوٹے سے گھر میں رہتے تھے اب سوسائٹی کے شاندار جنگلے کے اپر کنڈرینڈ کروں میں سکھ کا سانس لے رہے ہیں۔

کمپنی کے ملازمین نے جب فیکٹری کے مالک سے اپنے بنیادی حقوق کا مطالبہ کیا تو انتظامیہ کی طرف سے جواب ملا کہ کسی سہولتیں اور کیسے حقوق۔ تمہیں جو کچھ دیا گیا وہ بہت زیادہ ہے مزید حقوق کی طلبی غیر قانونی ہے۔ اگر تم لوگوں نے اپنا منہ بند نہ کیا تو تمہارے بڑے سمسٹے جاہلی گے اور حقوق طلب کرنے والی زبان کاٹ ڈالی جائے گی۔“

فیکٹری کی انتظامیہ کا جواب سن کر رات

چند سال پیش کراچی کے ایک علاقہ ٹھٹھا کی کمپنیز میں ایک چھوٹی سی کمپنی ایسٹرن فارمیسیوٹیکل لیبارٹریز کی بنیاد رکھی گئی۔ کمپنی کے مالک نے ملازمین سے کہا: ”اس وقت ہمارے پاس وسائل کی کمی ہے۔ لیکن مجھے آپ لوگوں کی محنت اور دیانت پر اعتماد ہے۔ کمپنی پہلے چھوٹے گی تو اس میں آپ کا بھی نام ہے۔ آج آپ لوگوں کو جو سہولتیں میسر نہیں ہیں وہ کلی حاصل ہوں گی۔ یہ کمپنی آپ کی ہے۔ میں آپ لوگوں کے حقوق کی ضمانت دیتا ہوں۔“

کمپنی کے ملازمین نے ہمیشہ کی طرح اس مرتبہ بھی کمپنی کے مالک کی چکنی چھڑی باتوں پر اعتماد کیا اور اپنی محنت کے پھول کھلائے۔ شروع کر دیتے۔ چھوٹی سی کمپنی محنت کشوں کی محنت اور انتھک جدوجہد کے سہارے اپنے ہاتھ پاؤں پھیلائے گی۔ ملازمین نے چھٹیاں پنی بند کر دیں۔ اتوار کے دن بھی کام نہ ہوا۔ کام کے کوئی اوقات نہ تھے۔ لازمی چھٹیاں ختم کر دی گئیں۔ یہاں تک کہ ۱۴ اگست اور قائد اعظم کی پیدائش کے دن بھی کام ہوتا۔ محنت کشوں کے ہاتھ مسلسل حرکت میں رہتے اور مشینوں کے دل دھڑکتے رہتے تھے۔

ٹھٹھا کی کمپنیز کی چھوٹی سی کمپنی ”ایسٹرن فارمیسیوٹیکل لیبارٹریز“ دیکھتے دیکھتے ایک بڑی کمپنی میں ڈھل گئی۔ وسائل میں اضافہ ہوا۔ آمدنی میں اضافہ ہوا۔ جگہ کی کمی محسوس کی گئی اور پھر اس کمپنی کو ٹھٹھا کی کمپنیز سے سائٹ ایریا میں منتقل کر دیا گیا۔ چھوٹی سی کمپنی اب ایک بڑی فیکٹری بن چکی تھی۔ اور محنت کشوں کو رات دن کی محنت کے پس منظر پر دے دے تھے۔ وہ وقت آن پہنچا تھا جس کا وعدہ کمپنی کے مالک نے کیا تھا۔ سالہا سال کی رسی۔ نہتے سے مرجھائے

مزدور اپنی محنت کا

سارا سرمایہ لٹانے کے

بعد بھی خالی ہاتھ رہے



ایک نیا اسکیل نافذ کیا جائے گا۔

۲۔ ملازمین کے لئے فیئر پرائس شاپ کھولا جائے گا۔

۳۔ یونین کی سرگرمیوں پر کوئی پابندی نہیں لگائی جائے گی۔

۴۔ کمپنیشن سے متعلق معاہدے پر عمل درآمد کیا جائے گا۔

۵۔ ملازمین کو دو دیہاتی، توبہ اور صاحب فراہم

دن کو لہو کے جل کی طرح کھٹنے والے محنت کشوں کے دل مایوسی میں ڈوب گئے۔ چہروں پر ناپنے والی امید کی کرن کہیں گم ہو گئی۔ وہ اپنی محنت کا سارا سرمایہ لٹانے کے بعد بھی خالی ہاتھ رہے۔ اس شدید مایوسی اور پریشانی کے عالم میں کچھ لوگوں نے امید کی نئی راہ دکھائی اور یونین بنانے کا مشورہ دیا۔ کہا گیا ”یونین کے ذریعہ مزدوروں کو مسائل پر اٹھایا جاسکتا ہے۔ یونین محنت کشوں کی

شنگھائی

ڈرامہ شنگھائی کے عورتیں "دنیا کی بہترین تحریریں میں سے
کے مقام پر کتابی ڈرامہ کے قالب میں ڈھالی ہے۔ ادارہ اس

پہلا ایکٹ

(وان بیٹھا ہوا ہے۔ اس پر تیز روشنی پڑ رہی ہے۔ پشت پرانہ چل رہی ہے)
وان: اگر میرے اعصاب جواب دیتے نظر آتے تو مجھے معاف کر دیجیے گا۔ تحریر کا روائی
کے الزام میں ۹ ماہ سے انہوں نے مجھے یہاں قید کر رکھا ہے۔ جی نہیں میں بیل میں قید
نہیں ہوں۔ میں ایک سیاح کی حیثیت سے اعلیٰ درجے کے ہوٹل میں رہتا ہوں۔ بس
کہیں آنے جانے کی اجازت نہیں ہے۔ جب تک الزامات کی اچھی طرح چھان بین نہ
ہو جائے۔ مجھے یہی حالت میں رہنا ہوگا۔ ہنہ! جیسے وہ اس معاملہ کی تہہ تک جا ہی پہنچیں گے۔
میرے۔ چینی کے، شاید آپ کے معاملے کو سلجھا ہی تو لیں گے۔ خیر اس پر سکرانے کی
ضرورت نہیں ہے۔ یہ اتنا آسان نہیں ہے۔ جتنا آپ سمجھتے ہیں۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے
تجدید ملاقات کی تقریب میں شرکت کرنا۔ فضا میں تلخیاں گھل جوتی ہیں۔ ہر ایک
کی زبان پر نازیبا کلمات ہیں۔ اچانک آپ گھٹنوں کے بل جھک جاتے ہیں۔ اپنی تپکوں کی کرپڑ
کی پرواہ بھی نہیں کرتے۔

ایک مقید روح جو آزاد ہونے کے لئے پھڑ پھڑا رہی ہے۔ اُسے گہرا صدمہ ہے۔
آپ کی سمجھ میں اتنی آسانی سے یہ بات نہیں آئے گی۔ میں آپ کو بہت کچھ بتا سکتا
ہوں، لیکن تھیٹر کے مالک کا سخت حکم ہے کہ میں اپنے پاؤں سے ادھر ادھر نہ بھٹکوں
اس کا کہنا ہے کہ وہ تھیٹر کو سیاسی پروپیگنڈہ کا ذریعہ بنانا نہیں چاہتا۔ لیکن کیا کیا جلتے
خاموش رہنا ہی سخت عذاب ہے۔ ایسی حالت میں جب کہ آپ کے تجربوں میں شیشے کی
کرچی بھر گئی ہوں، خاموش کیسے رہا جاسکتا ہے۔

پورا اسٹیج تیزی کے ساتھ روشن ہو جاتا ہے۔ ۱۹۶۵ء کا زمانہ
ہے۔ شنگھائی کے ایک پڑے کے کارخانہ میں ایک نرسری
اسکول ہے۔ اسٹیج کے وسط میں بہت بڑے نصف دائرے کے اندر
بچوں کی چھوٹی چھوٹی کرسیاں بکھی ہیں۔ دیواروں پر ماؤ اور
لینن کی تصویریں اور سرخ چینی زبان میں نعرے نظر آتے ہیں
بچوں کی بنائی ہوئی کارخانوں کی تصویریں۔ محنت کش کسان جو
کبھی فصل کاٹتے نظر آتے ہیں اور کبھی اپنی درانتیوں سے
مستحکم بچیوں پر حملے کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ کرسیوں



کردار

- وان
نوجوان
پہلی عورت — جس نے پڑھنا سیکھا
دوسری عورت — جس نے پیکنگ تک پیدل سفر کیا
تیسری عورت — جس نے جوتے کی پالش بنانا سیکھا
چوتھی عورت — جس نے اپنے پیسے بندھوا دئے تھے
پانچویں عورت — نشانہ لگانے والی ماہر قانون۔ ماہر نشانہ باز
چھٹی عورت — شنگھائی میں طوفان تھی
ساتویں عورت — جس نے سور کا نشانہ کھینچا
آٹھویں عورت — جو ۹ بچوں سے محروم ہو گئی
نویں عورت — جس نے ایک غلام سے شادی کی جو چور تھا
دسویں عورت — ایک شہزادے کی نرس۔ اما
گیارہویں عورت — جس نے جاپانیوں کو بےوقوف بنایا
بارہویں عورت — جس نے مرغی کے بچوں کو رہا کر دیا
تیرہویں عورت — جسے اپنے شوہر سے بے حد محبت تھی
چودھویں عورت — جسے کمری سے باندھ کر اذیتیں دی گئیں

عورتیں

مصنف : نورسہ زبیر ہودم

ترجمہ

حبیب اللہ بن عاقی
افضل صدیقی



۲۔ مصنف نے نادری سے قبل چین کے جاگیردارانہ دور

رائے کو بالاقاط شائع کر کے (۱)۔

کے آگے کارخانوں کی کوئی بیس عورتیں گھڑی ہوتی ہیں۔ ان کی عمریں مختلف ہیں لیکن باس ایک سا ہے۔ وہ نئی پٹوئیں اور چھڑے ہاؤز پہنے ہوئے ہیں۔ ان کے سر کے بال بہت چھڑے ہیں۔ البتہ کم عمر عورتوں نے چھوٹی چٹیا باندھ رکھی ہے۔ سکرلے ہوئے وہ ان کی طسٹن رنج کرتی ہیں اور پچترائیوں سے اس کا غیرتہم کرتی ہیں۔ پہلی عورت بڑی عمر کی ہے اور اس کے بالوں میں سفیدی ہے۔ پھر سب عورتیں حرکت میں آتی ہیں اور نہایت مسرت اور جوش و خروش سے ایک تال اور سر میں گیت گاتے لگتی ہیں۔

عورتوں کا گیت

ہم ہیں سادہ دل اور سیدھی سادھی عورتیں
ٹنگھائی کے پٹھے کے کارخانے میں کام کرنے والی عورتیں
ٹنگھائی جو فولاد کا مرکز ہے۔ یہاں ہمارے گھر ہیں
ساہا سال تک ہم نے دولت اور رسوائی برداشت کی ہے
ہم سب کے دلوں میں اس دور کی بڑی تلخ یادیں ہیں
ہم نے بچوں کو بھوک سے مرتے دیکھا ہے
ہمارے پیٹ پر ناسور ہیں، زخم ہیں
لیکن ہماری پارٹی نے ہمارے غصے کو گل میں ڈال دیا

اور

فوج نے ہماری اس بندھائی
منٹن کی فروزاں چوٹیوں پر ہم نے
ماؤ کا سورج طلوع ہوتے دیکھا ہے

دان گیت سن کر تائیاں بھاتا ہے اور عورتیں بھی جواب میں تائیاں بجانے لگتی ہیں۔ وہ حاضرین کو طنز بہ نظروں سے دیکھتا ہے جن سے وہ مستقل طور پر رابطہ قائم رکھے گا۔ عورتیں اور دان ایک دوسرے کا مفہوم ایک ترجمان کی وساطت سے سمجھتے ہیں۔ جب یہ عورتیں آئیں میں باتیں کرتی ہیں تو دان کی کچھ میں کچھ نہیں آتا۔ جب دان حاضرین کی طرف رنج کر کے ان سے مخاطب ہوتا ہے تو عورتیں نہیں بکھر پاتی۔

پہلی عورت : (ترجمان سے مخاطب ہو کر) میں اپنے دوست کو یہاں دیکھ کر بڑی خوشی ہوئی
میں محسوس ہوتا ہے کہ وہ ہمارے عوام کا دوست ہے۔
(عورتیں پھر تائیاں بھاتی ہیں)

دان : (تعظیلاً جھجک کر) میں بہت ہی معمولی خدمات انجام دے سکا ہوں۔ آپ خود اچھی طرح سمجھتی ہوں گی (ترجمان سے مخاطب ہو کر) انھیں بتاؤ کہ ان کا گیت مجھے بہت پسند آیا۔

(حاضرین سے) یہ گیت کس نے لکھا ہے۔ یقیناً وہ عظیم شاعر ہوگا
(عورتیں اسکول کی بچیوں کی طرح ہنسنے لگتی ہیں)

چھٹی عورت : موسیقار نے یہ گیت خود لکھا ہے۔

ترجمان : (پہلی عورت کی طرف اشارہ کر کے) یہ گیت اس نے لکھا ہے
دان : (متاثر ہو کر) تم کیوں نہیں بولتیں۔

تیسری عورت : بڑی بوڑھیوں میں وہ واحد قانون ہے جو لکھ سکتی ہے
دان : (غور اور فخر سے) اوہ !

چھٹی عورت : میں نے بھی اسی وقت لکھا تھا جب مجھے دوبارہ تعلیم دی گئی۔ لیکن اب میں بہت کچھ بھولی گئی ہوں۔

دان : دوبارہ تعلیم کیا مطلب ہے

ترجمان : یہ طوائف تھی

دان : (جبران ہو کر) اوہ ! میں سمجھا۔ بہت دشواری پیش آتی ہوگی۔ اسے سکھانا بہت مشکل کام ہے۔ تمہارے تاپ رائٹر جس قسم کے ملتے ہیں انہیں دیکھ کر مجھے تو جبرانی ہوتی ہے۔

ترجمان : یہ بہت بڑے تاپ رائٹر ہیں۔

پہلی عورت : میرا باپ صوبہ ہونان میں کسان تھا۔ اس کے خاندان میں کوئی بھی لکھنا پڑھنا نہیں جانتا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ اس کا بیٹا پڑھ لکھ جائے تاکہ سرکاری افسر بننے کی کوشش کر سکے۔ میرے باپ نے سخت محنت کی تاکہ میں سیکرٹری بن جاؤں تاکہ اس کا خواہ ادا کر سکے۔ چار سال بعد میرا بھائی تین ہزار الفاظ اور علامتیں سیکھ گیا۔ ہم سب کو اس پر بڑا فخر تھا۔ جب جاپانی ہمارے گاؤں میں آئے تو وہ میرے بھائی کو پکڑ کر لے گئے۔ اور اسے عہد کیا کہ وہ ان کی درخواستیں اور بیانات لکھے۔ لیکن اسے اتنی اذیتیں دیں
باقی صفحہ ۲۷ پر ملاحظہ فرمائیں

لاہور میں داتا صاحبؒ کی تصنیف ”کشف المحجوب“ کا ایک نیا ترجمہ شائع کیا گیا ہے۔ مترجم، جماعت اسلامی کے قائم مقام امیر میاں طفیل محمد ہیں۔ موصوف نے کتاب کے اصل بیان میں جو تعریف و ترمیم اور اپنی طرف سے جو عبارت آرائی کی ہے، اس پر لاہور کے ایک سوسمی اخبار میں داتے بازو کے ایک کالم نویس نے انہیں خاصہ دیکھا ہے اور اس ترجمے کو امانت میں خیانت قرار دیا ہے۔ اور اس کالم کو من و عن ثناء کر رہا ہے۔ آئندہ کی اشاعت میں بتایا جائے گا کہ کشف المحجوب میں کہاں کہاں سے کتب بیونت اور کاٹ چھانٹ کی گئی ہے۔ تاکہ جماعت اسلامی کے قائم مقام امیر میاں طفیل محمد صاحبؒ سے ناراضی کو آگاہ کیا جاسکے۔ (ادارہ)

یہ ترجمہ یاد دخل در مقولات

میاں طفیل کی بدیانتی انتظار حسین کی چیخ اور داتا گنج بخش کی امانت

انتظار حسین

ابے کے برس داتا صاحبؒ کے عرس سے ہم آئے تھے کہ ایک بزرگ نے دو نوک سوال کیا کہ عرس میں آئے ہو مگر کبھی ”کشف المحجوب“ بھی پڑھی ہے۔ ہم نے ڈرتے ڈرتے عرض کیا کہ اس طرح نہیں پڑھی جس طرح پڑھنے کا حق ہے۔

وہ بزرگ ہم پر جہان تھے بولے کہ تو نہیں ہم کشف المحجوب کا ایک ترجمہ دیتے ہیں اسے ذرا پڑھنا اور اقصاف کرنا۔

اس ترجمہ کو ہم نے پڑھنا شروع کیا تو ہماری آنکھیں کھل گئیں۔ ہمارے ذماتے میں مترجموں میں ایک نیا رجحان پیدا ہوا ہے کہ وہ دخل در مقولات کرتے ہیں۔ مصنف کے بیان کا ترجمہ کرنے پر قناعت نہیں کرنے بلکہ بیچ بیچ میں بولتے جاتے ہیں۔ خواہ غلط ہی لڑیں۔ مگر یہ ہمارے گناہ میں بھی نہیں تھا کہ یہ سلوک داتا صاحبؒ سے بھی کیا جا سکتا ہے۔

ہم یہ ترجمہ پڑھتے جاتے تھے اور سوچتے جاتے تھے کہ یا اللہ ہم نے کشف المحجوب آگے بھی پڑھی ہے۔ بیان بدلا بدلا کیوں ہے۔ وہ بدیانتی اور بدیانتی جو ہم نے آگے اس باب میں پڑھی تھی وہ کہاں گئی۔ اور یہ نئے نئے بیان اس میں کب اور کیسے شامل ہو گئے۔

جب ہم نے اس ترجمہ کا دیا پڑھا تب نہ حقیقت حال روشن ہوئی۔ مترجم میاں طفیل محمد صاحبؒ کے برس داتا صاحبؒ کے عرس سے ہم آئے تھے کہ ایک بزرگ نے دو نوک سوال کیا کہ عرس میں آئے ہو مگر کبھی ”کشف المحجوب“ بھی پڑھی ہے۔ ہم نے ڈرتے ڈرتے عرض کیا کہ اس طرح نہیں پڑھی جس طرح پڑھنے کا حق ہے۔

ہیں۔ دیا ہے میں خیر فرماتے ہیں۔ تمہیں نے پوری کوشش کی ہے کہ مصنف بزرگ کی استفادہ عام کی کوئی بات نہ جاسے۔ اور نہ کوئی باختلاف اصل مفہوم سے ہٹنے پائے۔ البتہ خاص فلسفیانہ بحثوں اور مسائل کی صوفیانہ توجہ ہو کہ میں نے چھوڑ دیا ہے جو پڑنے اسلوب نگارش کا حصہ تو ہیں لیکن اصل مضمون اور مقصد بیان سے ان کا کوئی خاص تعلق نہیں۔ ان کے جملے تین چیزوں کا میں نے اضافہ کیا ہے۔ ایک یہ کہ ان آیات اور حتی الامکان احادیث کے بھی حوالے دیدیے ہیں جن کو حضرت علیؑ بخوبی نے اپنی بات کے ثبوت اور وضاحت میں پیش فرمایا ہے۔ دوسرے جہاں مجھے ان آیات و احادیث اور اقوال کے علاوہ اسی مضمون کی کوئی اور آیت

کچھ باتیں کہی ہیں۔ میاں طفیل محمد صاحبؒ نے اس پر سے بیان میں اس طور کتر بیونت نہ کہ اتھلکے کا تذکرہ کیسے غائب ہو گیا۔ مگر جو باتیں انھوں نے کہی ہیں وہ تو سب استعارے کی بحث میں کہی ہیں۔ اس لئے انما زور لگایا جا سکتا ہے کہ اس پر سے بیان کے ساتھ میاں طفیل محمد صاحبؒ کو کیا سلوک کرنا پڑا ہوگا۔

کشف المحجوب کے مختلف مباحث میں میاں طفیل محمد صاحبؒ نے داتا صاحبؒ کے بیان کو ناکافی سمجھا اور اپنی طرف سے اس میں اضافے کئے۔ مگر ایسے بیان بھی ہیں جنہیں انہوں نے کافی سے زیادہ سمجھا اور اس میں تخفیف کرتے چلے گئے۔ مثلاً جس بیان میں ایک حدیث درج کی گئی ہے۔

میاں طفیل محمد اگر چاہتے تو اس کتبہ کے مطالعہ سے چپے

رہتے اور بولنے کے آداب بیکہ سکتے تھے

صاحبؒ کے بیان میں بھی اچھی خاصا تغیر و تبدل کیا ہے۔ حالانکہ یہ ایسا باب ہے کہ خود میاں طفیل محمد اس کے مطالعہ سے چپ رہتے اور بولنے کے بہت سے قیمتی آداب بیکہ سکتے تھے۔ اسی باب میں داتا صاحبؒ نے یہ فرما رکھا ہے کہ ”میر کو چاہیے کہ رہاؤں کے کلام میں دخل نہ دے۔ اور اس میں کچھ تصرف نہ کرے۔ اور پریشان اور اوپری عبارت استعمال نہ کرے۔“

میاں طفیل محمد صاحبؒ نے کم از کم اس بیان کو حذف نہیں کیا ہے مگر اس پر وہ بیان جس میں نہ آیا۔ انھوں نے شیخ علیؑ بخوبی اسے کلام میں دخل بھی دیا ہے۔ اور اس میں تصرف بھی کیا۔ اور اس میں پریشان ادا و پری عبارت بھی داخل کی ہے۔ پس زیر بحث ترجمہ کا منہ مترجم کی اس روش کے باعث ناقابل اعتبار ہو گیا ہے۔ اس میں یہ پتہ نہیں چلتا کہ کتنی بات داتا صاحبؒ نے کہی ہے اور کتنی بات اس میں میاں صاحبؒ نے شامل کر دی ہے۔ اپنی طرف سے تو میاں صاحبؒ نے داتا صاحبؒ پر احسان ہی کیا ہے۔ کیونکہ ان کے خیال میں داتا صاحبؒ جا بجا مضمون کو خوں اور مضبوط دلائل کے ساتھ ادا نہیں کر سکے ہیں پس انہوں نے داتا صاحبؒ کو سہارا دیا ہے۔ اور ان کے کردار بیان کو مضبوط بنایا ہے۔ میاں طفیل محمد صاحبؒ کو بزرگ مبارک ہے۔ مگر پڑھنے لکھنے آدمی ہو کر انہیں اتنی معمولی بات تو معلوم ہونی چاہیے کہ کسی مصنف کے بیان پر اگر کوئی اعتراض مقصود ہو یا اس میں تصحیح یا اضافے کی ضرورت محسوس کی جائے تو وہ حاشیہ میں کی جاتی ہے۔ مصنف کے ساتھ وہ سلوک نہیں کیا جاتا جو سکول ماسٹر طلباء کی کاپیوں کے ساتھ کرنا ہے۔ کہ اس کی عبارت میں کاٹ پیٹ کرتے چلے گئے۔ جہاں جی چاہا فقرہ کاٹ دیا۔ جہاں جی چاہا فقرہ اضافہ کر دیئے۔ علمی دنیا میں اسے امانت میں خیانت کہتے ہیں۔

اس میں دو بین اور احادیث درج کر دی گئیں اور اپنی طرف سے کچھ عبارت بھی شامل کر دی گئی مگر کسی بیان میں اگر چار حدیثیں درج نظر آئیں تو اس میں سے تین حذف کر دیں۔ اور ایک رہنے دی۔ مثلاً ایک باب میں چپ رہنے اور بولنے کے آداب سے متعلق ہے میاں طفیل محمد صاحبؒ احادیث کو اور مختلف صوفیائے ائوال کو جو اس میں درج تھے حذف کرتے چلے گئے ہیں۔ اور داتا

حدیث یا قول ملے ہیں تو انہیں بھی میں نے شامل کر دیا ہے تاکہ اصل مضمون زیادہ سے زیادہ خوبی اور مضبوط دلائل کے ساتھ ادا ہو جائے۔ اب اس بیان کی روشنی میں میاں طفیل محمد صاحبؒ کی مینا کاری کی چند مثالیں ملاحظہ فرمائیے۔ مترجم کتاب میں داتا صاحبؒ نے بتایا ہے کہ انھوں نے استخارہ کیا اور اس کے بعد اس کتاب کا آغاز کیا۔ پھر انہوں نے استخارے کے باب میں



کئے جئے ہوئے جگر بھلا کہاں دستیاب ہیں کہ
ہر چوٹ اور ہر شکست پر یوں غنائیں کہ
چار دانگ عالم کھٹکتا اُٹھے۔ ہوس اقتدار کی
اس دھما چڑکی میں جو لطافت ان سے سرزد
ہوتے رہتے ہیں وہ الگ۔ غارین کو بادبوگا کہ
ایکشن کے ایام ابتلا میں ملک کے تمام
اخباروں میں طلب چین۔ والوں کی طرز کے
بڑے بڑے اشتہاران کی طرف سے چھاپے
جاتے تھے جن میں جملہ امراض روحانی کے علاوہ
کے خاندانی فوٹے بظاہر عوام کی نلاج و بہبود
کی خاطر اور درپردہ کپٹنی کی مشہوری اور "ہیک
سٹی" کی نیت سے ملامت لٹائے جاتے تھے
اندرون ملک کے نادرسے، بے شعور اور
جذباتی عوام نے تو ہمیشہ ہی انہیں اور ان کے
خانہ دانوں کو دونوں کو گھر کی مرغی والی برابر
سمجھا مگر بیرونی ممالک والے کچھ رقیق القلب
لوگ واقع ہوئے ہیں کہ بے شمار ملکوں کے اعلیٰ
اور ادنیٰ روحانی معالجوں نے جو پاکستان میں
مذہبی زہل حال کا یہ اذیت ان کی تحریریں سے
پڑھا۔ تو بھلا اُٹھے۔ اور ہزار ہا تاران کے نام
موصول ہوئے کہ حضرت اللہ الیکشن لڑیے
اور ہمارے اور اپنے اندر کی طاقتوں کی
سرکوبی فرمائیے۔ ایسے اشتہارات مغفرت
زینت چہرہ نگاہ ہم ایسے عاصی صاحبوں
کی قیست رہے۔ نتائج کا ذکر کہ ہم اپنے پیارے
اذنوں کو حققت اور شرمندگی میں ڈالنا نہیں چاہتے
اشارہ صرف یہ کرنا ہے کہ کچھ دنوں ان ہی
گتھگراؤں نے ہاتھوں کو اس حال میں دیکھا
کہ توند سفر کا بادلا دے سر نہ ہونے کے برابر
اپنے ہی سائے ساتھ چلا جا رہا ہے۔ پوچھا کہاں
ہیے۔ بے نیازی سے بولے اُٹے برلی۔ اللہ
اللہ زمانہ بھی کیا "سیلی اسٹو" سے کہ نقد سودا
کرنا ہے۔ اس کا خورے اس کا خورے مطلب
ہمارا حضرت کی اس اپیل ذریعہ تار سے نجات
جملہ سربراہان بلاد اسلامیہ سے ہے جس کے
ذریعہ الیکشن کے ذوق کا بار قرض چکا دیا گیا
ہے اپیل فرمائی ہے کہ اسے پرادرانِ عمر خوار
غم گسار اہل تم نے جو قرض بصورت قرض باطل
حفاظت اسلام اور مملکت پاکستان دیا تھا،
سواب ہم تمہیں لوٹاتے ہیں کہ آج تم وہی فرض
اداکر جس کا طعنہ تم کل ہمیں دینے تھے۔ کل

سمند میں ہوا چاہتا ہے۔ ہاتھ لے کیا آسوں
اور مردوں کے دن تھے اور بھر وہ دن کیسے
ہوا ہو گئے کہ حبیب عقیقہ قندران اور حاشیہ نشین
ان کے اور حلقہ خوش خیالی کے نیم اور اسیر
ان بزرگوں کے سوئی، شروانیوں اور عبادوں
اور قبائلی کے بار سے بھی جھکے گرا ندین جھول
اور بونا قدوں والے سینگ سلائی جموں سے
پیدن پوڑ چوڑ کے مرتبازوں اور کنشروں میں
تبرک بطور محفوظ کرتے تھے۔ اور بار احباب
اور بال بچوں کو اڑے وقت میں ملنے نہ گھٹانے
کے لئے سات ناول میں بند کر دیتے تھے۔ پر،
"حبیب کہ در چشم زدن صحبت یا آخر خشد"
اور اب کہ نہ وہ ساتی ہے اور نہ وہ محفل، میں
وہ چند جملی اودھ جلی دیا سلائیوں بانی ہیں کہ جی
سے بھی اقتدار کی خیالی کوسوں اور ترشیزوں
پر مقتول کے چراغ جلائے جاتے تھے۔ سو
یہ لٹا پٹا کاروانِ اشتہار اقتدار ہے ہاتھ ملتا
ہے اور گرد گردان کو حسرت بھری نگاہوں
سے دیکھتا ہے۔ مگر وہ جو کہتے ہیں کہ حبیب تک
سائنس ہے تب تک آس ہے۔ چنانچہ حال
اب یہ ہے کہ حبیب تک آتی جاتی سائنس کا دمہ
دھار کا خنجر چل رہا ہے اس وقت تک قوم
اور وطن کے سر پر بھی ان کی اقتدار پسندی کا
آرام عزت شتر پچہ دانشوری چلتا رہے گا مثال
اس کی عمل ہم نے گذشتہ صفحے ان ہی سطور میں
ان ہی کی "منہ زبانی" اشارہ دیدی تھی کہ قوم
کیس ہی استلابی منہ جلا جو۔ چاہے ہندوستان
مشرقی پاکستان کی سرحدوں پر
چھاؤں چھائے رہے۔ جناب گل مکہ مطلب
صرف الیکشن بلکہ درپردہ کہ سٹی اقتدار ہے
چنانچہ فوراً ہی بیان کی توپ داغی کہ از سر نو الیکشن
کرائے جائیں۔ سیاست میں تو ان کی کچھ اس
ڈگر کی گنتی ہے جیسے کوئی سیاسی سائیکل کے
نار نہیں ہوا ڈالنے کی دکان ان کے پڑوس میں
کھل گئی ہے کہ ادھر ایک الیکشن ہوئے اور
حریف نے ان کی سیاسی سائیکل کی ہانک لائی
اُدھر یہ فوراً ہی دکان پر پہنچے۔ پتھر لگایا، پورا
بھروالی اور پھر سے "خوب صورت بھی ہے
پائیدار بھی" گانے ہوئے لڑنے مارنے پر
آمادہ ہو گئے۔ بات یہ ہے۔ اچھے دتوں کا
کھا یا پیلا کام آ رہا ہے۔ اور جگ ایل ایل

یائے اونٹوں کا کچھ بیان ہو جائے

عقیق احمد

بعد کے لوگوں سے بھی میں نہیں نے محض انگو
کے لکھے پراس مشرب اور مجاز قسم کی مخلوق پر
اتہام تراشی اور بتان بازی کا وہ دفتر کھولا
ہے کہ اب شہر کے غنڈے اور لٹکے ہنگ
اپنے جرائم کی صفائی میں "شہر میں اونٹ بڈا"
قسم کی یادہ گوئی کر کے اس عزیز کی ایک نامی کو
بٹہ لگاتے ہیں۔ انوس اس پرادر بھی ہے کہ
لوگ بر بڑائی اور سچیدگی کے موقع پر اس ہی پچائے
کو پیش از پیش رکھتے ہیں اور ان کے اپنے ارادوں
جو بے شمار اونٹ بکھرے چڑے ہیں وہ گویا ان
کے لئے کسی پرزید کے باغ کی گائے والی چڑیاں
ہیں کہ دل بہانے کے لئے ان کی پردوش کئے
جا رہے ہیں۔ تو آئیے لگے ہاتھوں ایسے ہی
دو چار اونٹوں کا کچھ بیان ہو جائے۔
ایک اونٹ ہماری پسندہ مراند سیاست
کی اقتدار پسندی کا ہے۔ اور ایک شتر پچہ
اس سیاست کی دانشوری کا ہے کہ ہوا نے اس
دودھ پلائے والے عمن کی اذیت ناک کروٹوں
سلسلہ تحت نشینی کو دیکھتا ہے اور خود بھی مثل
اپنے بزرگوں کے بلالے اور گریہ و زاری کرنے
کی قسمیں دیں دیں، میں ہیں، کا مظاہرہ کرتا رہتا
ہے۔ وہ دن یاد کیجئے کہ اونٹ ایک ایسا ہی
اقتدار پسندی کا حبیب ہمارے مشرقی پاکستان
سے اٹھا تھا تو دیکھتے ہی دیکھتے کیسے کیسے شتر لائے
بے ہمار مغربی پاکستان سے بھی مشرقی پاکستان
کو روزانہ "اپر لفت" کئے جاتے تھے۔ عجب
کڑھم کڑھم۔ نرم نرم کا ساں تھا کہ ادھر مشرقی
پاکستان سے مغربی پاکستان کی کفن دیا سیلون
(Vice Consul) جس ہاتھ کا رداں در
کارداں سے گونجتی تھی اور ادھر شتر پچہ دانشوری
کے قانون میں تدسیان ملکوتی کے شیریں نغمے
رس گھولتے تھے کہ اب پیا چاہے مہاگ کا

تمام جسمانی نامواریوں، ڈھلوانوں اور چڑیاؤں
کے باوجود جملہ سباب سوار یوں میں سے ہمیں
اونٹ سب سے پیارا جانور لگتا ہے۔ دو بات
جاری اس پسند کی کچھ حقی اور کچھ جلی گویا جلی جلی
سی ہیں اپنے دل کی بات آپ سے کہتے ہیں کہ
عزیز موصوف کو ان گونا گوں خصوصیات کو دیکھتے
ہوئے ہمیں اپنے ان بزرگوں پر بہت غصہ
آتا ہے بعض کسی جلابے کی ضد میں اس مرغیاں
مرغ مخلوق سے "ادھ میں تیرہ" "تیری کوئی
کل سیدھی" اور "دیکھئے کس کو دھ پھٹتا ہے؟
قسم کی کہاوتیں منسوب چھوڑ گئے ہیں۔ مگر اب
کیا ہو سکتا ہے کہ جن دنوں یہ بزرگ زندہ تھے
تو محکمہ انداد و جرمیں حیوانات نہیں تھا اور
اب کہ یہ محکمہ وجود میں آیا ہے تو وہ بزرگ نہیں
رہے۔ خیر! وہ دھمشر کے یہاں کا انصاف تو بانی
ہے۔ وہاں دیکھا جائے گا۔
یہی وجہ ہے کہ اپنے اس پیار کی مناسبت
سے ہمیں ہر وہ چیز عزیز خاطر ہے کہ جس میں
نامواریاں اور پچ پچ مثل اس عزیز محدود
کے پائے جاتے ہوں۔ چنانچہ دائرہ اپنی پسند
کا بھی ہم نے اس عزیز کے جتہ کی رعایت سے
خاص وسیع رکھا ہے اور اللہ جانتا ہے کہ
کبھی متناہی یا سادری نال کی قید یا بغضیں
روا نہیں رکھی کہ عزیز کی کبیدہ خاطر کی کاسب
ہو اور روزِ حشر ان سے سوال و جواب میں تو
تکا رنگ نوبت پہنچے۔
عزیز مذکور سے جس معاملہ اندر وہی کی شکایت
ہیں اپنے بزرگوں سے ہے کہ دینیں دینی شکایات

پسندہ مارکہ دانشوروں کا مشترکہ آج کل بہت بلبلا تا پھر رہا ہے

ایک خوش مزاج دوست نے اس صورت حال پر کہنے لگے کہ "یہ تو وہی سلوک ہوا جو کلید نے دمنے کے ساتھ کیا تھا۔ ہم نے چپکے سے انہیں سمجھایا کہ اسے بارعزیز دیواروں نے بھی اب بلا شک سرجری کے ذریعہ کان سچ کے لگا لئے ہیں۔ احتیاطاً تو وہ زمانہ بھر رہنے والا ہے ہے۔ جب ٹومری کے بے بکری کے بچے بیکار ہیں پکڑے جایا کریں گے۔ اور یوں بھی پسندہ مارکہ دانشوروں کا مشترکہ آج کل بہت بلبلا تا پھر رہا ہے۔ احتیاطاً لازم است۔ خاموشی سے بیل کی دھار دیکھتے رہو۔ تمہیں تیلی اور کولہو سے کیا لینا ہے۔

اس سیاست کی پشت پناہی جس مشترکہ دانشوری کے سپرد ہے۔ اس کا کچھ احوال جنتہ جنتہ اور پوچھ چکا ہے جو باقی رہ گیا ہے وہ بھی شقیہ کی ملکہ دیدنی ہے۔ لطافت و ظرافت کی تحقیق کی مشین یہاں بھی مولوی سلیم میرٹھی مرحوم کی مثالی پین چکی کی طرح K-2 کے ٹوکی دھن میں مکی پوری تندی سے "تقلید آجناب" نامی نہر چلتی رہتی ہے۔ اللہ! اللہ! اب کیا بالکل وفاداری سے اجواب استخاری بالعموم اس زرخیز کے ہے جو نہ ماہ دربار حضرت والا سے مثل حسین کی روشنی روئی کے عطا فرمائی جاتی ہے صورت وفاداری کی اس پناہ میں اکثر و بیشتر یہ نکل آتی ہے کہ حضرت کی کف دست پہ چپکی ڈلی کو یہ لوگ افتائی تر تو زباندہ جانتے ہیں۔ خیر نہ بد بشر ہے اور معمول چوک اور نیانہ خفتان کا مقوبہ ہے۔ اور یوں بھی نہیں کیا۔ یہ تر توڑی جگہ بھینس باز ہیں بس ذرا حضرت کی کف دست کے متعلق لوگوں میں غلط فہمی پھیل جانے کا اندیشہ ہے۔

کلیں اس مشترکہ کی بھی مثل اپنے آبا و اجداد یعنی شترگان اقتدار کی طرح کہیں محرابی کہیں کمائی اور کہیں آنکھ اجیسی ہیں۔ کیوں نہ ہو۔ نقلی بطلان اصل کی ترکیب آخر نشیان عدالت نے یو بھی تو نہیں ایجاد کر رکھی ہے۔ فائدہ اٹھا صاحب توفیق سائیکل کا کام ہے۔ منجند دوسری خصوصیات کے ایک خصوصیت ان شترجگان شتر دانشوری کے اندر یہ ہے کہ جب سے اپنے حضرت والد جاہ کے حلقہ

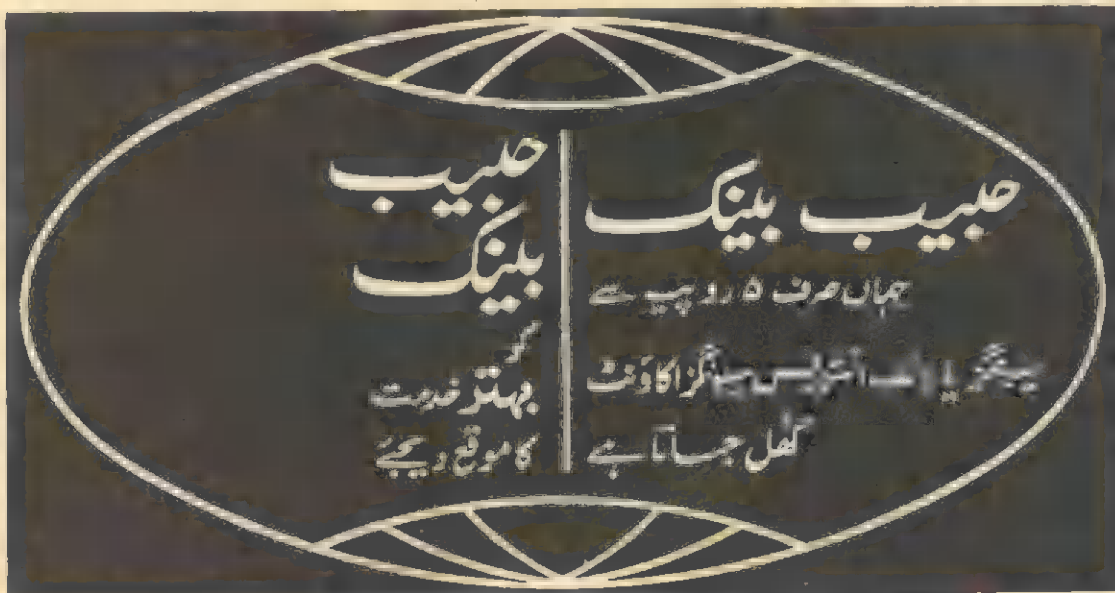
اسیری میں حصار بند ہوئے ہیں ملکوتی فرق عادات کے طواغیر پندیران سے بھی جوئے لگے ہیں۔ کیا "چھٹکا"۔ "دک" "ٹکا" میاں کا ملہار گاتے گاتے خود میاں جی کی ٹھوڑی بن بیٹھے کے مدعی ہو گئے ہیں۔ غرہ بھی عین میں ویسا ہی "چھوٹن دیکرے" نیت "والا ہے۔ ایک آدھ تو مرتبہ ملکوتی پاکر نام بھی اپنا ویسا ہی رکھ بھاگا ہے۔ اہل دواہ کی ول خشکی منگو نہیں ہے۔ احوال واقعی یہ ہے کہ ایک زلزلے میں یہ علاقہ دعویٰ پیغمبر کی کار کرنے والوں کے سبب پورے غیر منقسم ہند میں مثل بوسے مشک اپنی شہرت رکھتا تھا۔ ہائے ظالم زمانہ کیا حال قیامت کی چل گیا۔ کاب یہ اعزاز بھی کراچی کے "چھٹے" اور "بڑے" لے اڑے۔ غریب بھی گھائے میں ادھر والے ہی ہیں۔ نام "عزیز" رکھیں یا "عزیز" یا کچھ اور اپنے آپ کو عجیبان شہر میں غماز کریں یا امیران ملک میں مادہ عبادت گزاری کا اور ہیں یا ذہن تقویٰ کا اہلیان دواہ کے مقابلے میں حیثیت ان کی اب بھی تازہ جگہ وہی لوڑ ٹڈل کی لوڑ ٹڈل ہی رہی چلی آتی ہے۔ محبت گرامی، حضرت جمیل الدین عالی بھی کیا قسمت لکھا کہ لائے ہیں کہ بابائے اردو مرحوم کی گدڑی میں کیسے کیسے لعل ہائے بے بہا بیٹے نالوں میں دبائے بیٹھے ہیں۔ سچ کہا کسی نے خدا کی دین کا موسیٰ سے پوچھئے حال۔ "خیر میں کیا۔ نہ تین میں نہ تیرہ میں۔ جلتا ہو تو جلیں بھائی عالی کے بار غار۔ یعنی الشاجی۔ شکایت بھی ہوگی تو ان ہی کو

ہوگی کہ خالی خولی دوستی کا دعویٰ تو ان سے اور "الک باندھ کے رکھا ہے جو مال اچھا ہے۔" کا دوبار ان شترجگان دانشوری کے بمطابق نسخہ پینٹ چلتا ہے۔ جو کھو وہ گری اور مخر سے عاری ہو۔ مفہوم مطلب ہرگز کچھ نہ نکلے۔ گالی ترقی پسندوں کو ایک سو عدد۔ وادیلہ لبتہ متا ہی اسلام حسب خواہش، دشنام طرازی دوبارہ بھٹو و پینڈیا پارٹی۔ لکھتے والوں کے ہم وزن۔ گریہ زاری سلسلہ نظریاتی سرودات نائب امیر الامار کے ہوزن۔ عوام کو جذباتیت اور بے شعوری کا طعنہ حسب طاقت جہانی تفسیر و درجہ عم زندگوار، مکرو نام یعنی کہ سام دھاٹ ہالوی۔ جلا جزا کو فتنہ و نیم کو فتنہ صورت۔ بغویہ بسا زور لائے نشر و تشہیر بہانہ خدمت خلق اندر ذریعہ آراستہ کند دہوالتانی، نہ صرف صحت لکھنے والے کی اس نغہ کی برکت سے چند روز میں مثل بربری بکرے کے ہو جائے گی بلکہ سینک بھی اس ہی جیب الگ آئیں گے تاکہ راہ چلنے والے کو ضرورت، بلا ضرورت سینک مارنے کا شغل بھی کیا جا سکے۔ طبیعت اس شغل سے ہلکی مانند پھول رہے گی بلکہ سینک مارنے والا جہانی طور پر بھی پھول پھول کر اعلیٰ درجہ کا ندہ بیچ ایک عدد چلتی وزنی بیس سیر نیچے (اکبر شاہی) ہی جائے گا۔

غرض کہ اونٹ اس سیاست اور دانشوری کا نقلی بطلان اصل کے سے کہ کسی صورت، کسی پہلو میں نہیں ہے۔ الایہ کہ تخت اقتدار خدمت دلی میں پھور تحفہ پیش

کر دیا جائے وہ بھی مشروط کہ اس طور کہ "دقت علی الاسیران و غنیاں و فقیران" متندان حضرت والا کے "ادم روز عشر رہے گا اور کوئی دعویدار نسخہ پینٹ چلتا ہے۔ کبھی نہ پیدا ہوگا۔ اور نہ خفی شفا کا دعویٰ دھڑک سے عاری ہو۔ مفہوم مطلب ہرگز کچھ نہ نکلے۔ کوئی کرے گا۔ نہ کسی کو تاب و بجلی چینی دچرا کی جملہ معاملات سربراہی ملک و ملت و احکام دربار عالیہ کے سلسلے میں ہوگی۔ مزید برآں کوئی سیاسی جماعت آئندہ اس ملک میں نہیں بنے گی۔ یہ بجز جماعت خدائی تو حیدران کے کرکمان اس کی تادم ہو تو حضرت والا کے ہاتھ میں ہے و نیز ہر گاہ مطلع رہو یہ کہ زبانیں جن کی گدڑیوں سے باگردنی ان کے مہموں سے جدا کر دی جاویں گی، ان کے اعزاء و اولاد کو دعویٰ خون بہا کا بخلاف سرکار والا تیار کے ہرگز کرنے کا حق نہیں ہوگا بلکہ اعزاء و اولاد اس کے اوپر شکوائت و تحسین واجب الاما بحق سرکار مذکور ہوویں گے۔ وغیرہ وغیرہ

"وقت کوتاہ و فتنہ طولانی" کے پیش نظر یہ ذکر و تذکرہ دل پذیر و وار دیگر ہم میں ختم کرتے ہیں اونٹ اپنے نچر میں مثل ان ہی کے ابھی اور کئی ہیں۔ ایک اونٹ ان میں ہماری محبت اور فدا سے قوم و ملت سرمایہ فاری کا ہے۔ ایک اونٹ ادبیات عالیہ کا اور کچھ اونٹ دس و سوری منڈی کے بھی ہیں۔ تشغیل دل پسندان دس وریوں کا بھی ہماری سیاست میں ناگ چھٹانے کا ہے۔ وغیرہ۔ سو فی الحال چلیے ہیں۔ اور بقول شاعر پھر ملیں گے اگر خدا لایا





دہلی سپر امنگسز میں منوجیوں کی بیلغار



مکھنڈ پر قبضہ کے بعد انگریز لوٹ مار میں مصروف ہیں

۱۵۵ کی جنگ آزادی میں بھی سراجی اچھنٹوں نے اپنے آقاؤں کا منکھ لال کیا تھا

وہاب صدیقی

”ہرناکام ہے۔“ یہ بات ۱۸۵۷ء کی بغاوت ”یا“ غدر“ کا نام دینے جیسے سربت جنگ آزادی پر سو فیصد صادق آتی ہے۔ بھانوں پسندوں کو ”بانیوں“ کا نام دے کر ان کے

وطن کی آزادی کے جرم میں

میٹھے کے پچاسی سپاہیوں کو بیڑیاں پہنائی گئیں

۱۔ ناتا دین - ۲۔ میر ندرت علی - ۳۔ شیخ حسن الدین - ۴۔ شیخ نور محمد - ۵۔ تیمارناک - ۶۔ تیل سنگھ
۷۔ جہانگیر خان - ۸۔ میر حسن علی - ۹۔ علی نور خان - ۱۰۔ میر حسین بخش - ۱۱۔ منٹھرا سنگھ - ۱۲۔ نارائن سنگھ
۱۳۔ لال سنگھ - ۱۴۔ بخش سنگھ - ۱۵۔ بلوہ سنگھ - ۱۶۔ شیخ نندو - ۱۷۔ تواب خان - ۱۸۔ شیخ رمضان علی
۱۹۔ درگا سنگھ - ۲۰۔ نبی بخش خان - ۲۱۔ علی محمد خان - ۲۲۔ مکتی سنگھ - ۲۳۔ چرامن سنگھ - ۲۴۔ بخوان
۲۵۔ عبداللہ خان - ۲۶۔ جیسے خان - ۲۷۔ زبردست خان - ۲۸۔ مرتضیٰ خان - ۲۹۔ مہر جبر سنگھ -
۳۰۔ عظیم اللہ خان - ۳۱۔ کالا خان - ۳۲۔ شیخ سدر اللہ - ۳۳۔ سالار بخش خان - ۳۴۔ شیخ راحت علی -
۳۵۔ دوار سنگھ - ۳۶۔ لکھ سنگھ - ۳۷۔ گھیر سنگھ - ۳۸۔ بلوہ سنگھ - ۳۹۔ وشن سنگھ - ۴۰۔ ملا حسین
۴۱۔ پیر خان - ۴۲۔ یوسف علی خان - ۴۳۔ موتی سنگھ - ۴۴۔ شیخ فضل امام - ۴۵۔ میر سنگھ
۴۶۔ سیوا سنگھ - ۴۷۔ مراد شیر خان - ۴۸۔ شیخ امام علی - ۴۹۔ کانشی سنگھ - ۵۰۔ شرت علی خان -
۵۱۔ قادر واد خان - ۵۲۔ شیخ رستم - ۵۳۔ بھگوان سنگھ - ۵۴۔ میر احمد علی - ۵۵۔ بشیر بخش سنگھ
۵۶۔ بھجن سنگھ - ۵۷۔ امام بخش - ۵۸۔ عثمان خان - ۵۹۔ منصور علی خان - ۶۰۔ شیخ غازی بخش
۶۱۔ شیخ امجد علی - ۶۲۔ عبدالوہاب خان - ۶۳۔ رام سہت سنگھ - ۶۴۔ پناہ علی خان - ۶۵۔ بھجن دیو
۶۶۔ رام سورن سنگھ - ۶۷۔ شیخ ایزد علی - ۶۸۔ سیوا سنگھ - ۶۹۔ ستیل سنگھ - ۷۰۔ مومن سنگھ
۷۱۔ ولایت علی خان - ۷۲۔ شیخ محمد عوض - ۷۳۔ اندر سنگھ - ۷۴۔ فتح خان - ۷۵۔ لیک سنگھ
۷۶۔ شیخ قاسم علی - ۷۷۔ رام چمن سنگھ - ۷۸۔ دیوان سنگھ - ۷۹۔ نصر اللہ بیگ - ۸۰۔ محراب خان
۸۱۔ عظیم اللہ - ۸۲۔ اندر سنگھ - ۸۳۔ پرشاد سنگھ - ۸۴۔ داور خان - ۸۵۔ غلام نبی خان

بدن گولیوں سے چھید دیئے۔ آزادی کے متوالوں کو توپ کے گروں سے اڑا دیا۔ فرنگی تسلط کے خلاف نعرہ آزادی بلند کرنے والوں کو تختہ دار پر لٹکادیا اور لائق محبت وطن افراد کو جیلوں میں بھر دیا۔ برطانوی نواب کاروں نے اپنے بھیاںک اور انشائیت سوز جراثیم اور غلام کو چھینے کے لئے جوا بھوں نے برصغیر کے حریت پسند عوام پر توڑے تھے ”غدر“ اور ”بغاوت“ کے لفظ کا اس شدت سے پروپیگنڈہ کیا کہ انہوں نے بھی جنگ آزادی کو ”غدر“ اور ”بغاوت“ کے لئے سازشی ٹان دیا۔ اور ان کے لئے سزائیں تجویز کرنے لگے۔ چنانچہ ”لاہور نیل“ جس کے نامیوں میں ”تاریخ پنجاب“ اور ”تاریخ لاہور“ کے مصنف سید عبداللطیف کے والد منشی عظیم بھی شامل تھے ۱۸ نومبر ۱۸۵۷ء اپنے سنارک انتہا پریم لکھتا ہے:-

”جم پیر پکار کر کہتے ہیں کہ ایک نوہیں انتقام ہے۔ جس کا فتن میں ہمارے کسی ادنیٰ سے ادنیٰ انگریز باشندے کی ذراسی بھی توہین ہوئی ہوا سے جلا کر خاک کر دیا جائے اور اس گاؤں میں جتنے لوگ آباد ہیں انہیں قتل کر دیا جائے۔ آج ہماری سنگین ہوسے سرخ ہونے دو تاکہ آئے واے وقتوں میں کسی انگریز خاتون کے خون سے کسی قاتل کا ٹھیرا آلودہ نہ ہو“

سر سید احمد ماں نے بھی اس جنگ آزادی کو بغاوت کا نام دیا۔ حالانکہ واقعات اور حقائق اس لفظ کی سراسر تردید کرتے ہیں۔ افسوس تو اس بات کا ہے کہ اب بھی بعض عناصر اسے جنگ آزادی تسلیم کرنے سے انکار کرتے ہیں۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ، ”جنگ آزادی بھٹی“ یا بغاوت، اس بات کا تین صرف اس جنگ کے مقاصد ہی سے ہر اکا ہے۔ اس جنگ کا مقصد فرنگی تسلط سے نجات حاصل کرنا تھا۔ فرنگی جو ایک ناجرانی حیثیت سے ہندوستان آیا تھا اور آہستہ آہستہ ہندوستانی حکمرانوں کے باجی نفاق اور جھگڑے کی بدولت اتن طاقتور ہو گیا کہ ملک پر حکمرانی کا دعویٰ کرنے لگا۔ مختلف بہانوں اور جیلوں سے ہندوستانی کی رہائش پر قبضہ کرنا شروع کر دیا تھا۔ لاٹوڈ لہوڑی نے جھانسی کا تخت رانی کے قبضے اندر رکھنے سے انکار کر دیا اور رانی کی پیش مفرد کر کے ریاست بھٹی ایسٹ انڈیا کمپنی ٹرپ کی لہوڑ بہادر شاہ ظفر کو اطلاع دی کہ اس کے بعد اس کی اولاد کو لال قلعہ خالی کرنا پڑے گا۔ انگریزوں کے ان اقدامات نے ہندوستانی حکمرانوں کو وقتی طور پر اپنے اختلافات بھول جانے اور متحد ہونے پر مجبور کر دیا۔ اور انہوں نے اپنے مشترکہ دشمن۔ برطانوی نواب کاروں کے خلاف مورچہ جما لیا۔

عوام ہی غیر ملکی راج سے نالاں تھے۔ وہ دہرے استحصال کا شکار تھے۔ چنانچہ انہوں

نے بھی ریاستی حکمرانوں کا ساتھ دیا۔ مگر اس اتحاد کو متحدہ محاذ نہیں کہا جاسکتا۔ کیونکہ اس تحریک کی قیادت بادشاہوں، نوابوں اور جرنیلوں کے ہاتھ میں تھی۔ مزدوروں کے پاس نہیں۔ مگر اس سلسلے میں یہ بات اہم نہیں ہے۔

جنگ آزادی کی ابتدا برصغیر کے کن علاقوں سے ہوئی

۱۷۵۴ء	بنگلہ آرمی کی پہلی جدوجہد آزادی	۲۸ مئی	نصیر آباد
۱۷۵۴ء	بنگلہ آرمی کی دوسری جدوجہد آزادی	۳۰ مئی	مکھنڈ اور متھرا
۱۷۵۹ء	وزینکا ٹیم	۳۱ مئی	برہمپور اور شاہ جہاں پور
۱۷۶۰ء	جید راجہ وکن	۱۶ جون	بہاول
۱۷۸۰ء	نندی درگ	۲۷ جون	مراوا آباد
۱۷۸۰ء	پالم کوٹا	۳۱ جون	اعظم گڑھ، سہارنپور، سیتاپور
۱۷۸۰ء	ویپور	۴ جون	بنارس اور کانپور
۱۸۰۶ء	والاجاہ آباد	۵ جون	جونیپور
۱۷۹۰ء	مداس آرمی کی دوسری جدوجہد آزادی	۸ جون	ارباب آباد اور جھانسی
۱۷۸۲ء	بارک پور (مکھنڈ)	۷ جون	فیض آباد اور جالندھر
۱۷۸۴ء	اسی گڑھ	۸ جون	لدھیانہ اور گھلور
۱۷۸۴ء	مادیا گڑھ (مٹی)	۹ جون	فتح پور، بڑا آباد، ٹوکان، ٹکڑا اور سلطان پور
۱۷۸۴ء	سکندر آباد	۱۰ جون	سلوٹی اور گوندہ
۱۷۸۴ء	جیل پور	۱۲ جون	فیت پور
۱۷۸۴ء	فیروز پور	۱۴ جون	باجہ، گوانیار اور مہر پور
۱۷۸۴ء	بمبئی میں مداس آرمی کی جدوجہد	۱۵ جون	اورنگ آباد
۱۷۸۴ء	وزیر آباد	۱۸ جون	آہنگ
۱۷۹۰ء	کونہ لکھنؤ	۱۹ جولائی	ہاتھرس اور اندور
۱۷۹۰ء	بہرام پور (بنگال)	۲۰ جولائی	مانسی
۱۷۹۰ء	بہرام پور	۲۲ جولائی	آگرہ
۱۷۹۰ء	بارک پور	۲۹ جولائی	جہلم
۱۷۹۰ء	شکل بانڈے کوپانسی	۲۵ جولائی	بیکوٹ
۱۷۹۰ء	مکھنڈ	۳۰ جولائی	دانا پور (مہار)
۱۷۹۰ء	میرٹھ میں جنگ آزادی کا باقاعدہ آغاز	۱ اگست	بزارسی باغ (مہار)
۱۷۹۰ء	دہلی	۱۱ اگست	کوٹھار، منظر پور، دانی پور
۱۷۹۰ء	فیروز پور اور منظر نگر	۲۲ اگست	جھانگل پور
۱۷۹۰ء	مراوا آباد	۱۵ اکتوبر	انی پور (دیکرلا)
۱۷۹۰ء	مکھنڈ	۱۸ نومبر	کونا
۱۷۹۰ء	نیشہ اور بند شہر	۲۰ نومبر	چھتر گاؤں
۱۷۹۰ء	میں پوری	۲۴ دسمبر	ڈھاکہ
۱۷۹۰ء	آدوہ بہتی (مہار)	۵ دسمبر	مداس گنج

انگروافنی نقطہ نظر سے دیکھا جائے تو ہندوستان کا جہاز اور افغانی مقتدر حکمران بہادر شاہ ظفر تھا۔ اس کی قیادت میں حریت پسندوں نے جنگ کی۔ لہذا ان کی جنگ افغانی اور آئینی تھی۔ البتہ جس فرنگی عدالت نے بہادر شاہ ظفر اور حریت پسندوں کو باغی اور مجرم گردانا، وہ بذات خود غیر افغانی تھی۔ اور انگریزوں کا قائم کردہ نام نہاد مقدمہ انصاف، عدل اور اخلاقی قدروں کے منافی تھا۔

دہسوال ناکامی کا، تو انسانی فوجوں کی غائبی غلطی ہی تھی کہ انہوں نے اپنے آپ کو مکھنڈ اور دہلی میں قلعہ بند کر لیا تھا اور وہ پہلے کھلنے کے مانتے کھولے تھے۔ اور وہاں روسیوں کی کشتیوں کے دیہاتی علاقوں میں پھیلے ہوئے گوبلاہتوں سے علیحدگی اختیار کر رہی تھی۔ مولوی احمد اللہ مدداسی اور تاتیا توی نے گوبلاہ جنگ کا طریقہ اختیار کیا اور انہوں نے ہی انگریزوں کو سب سے زیادہ نقصان پہنچایا۔ لیکن ناکامی کی سبب وجہ یہ تھی کہ اپنے داس بھی کچھ کانٹے اٹھائے ہوئے تھے۔ آستین میں سانپ چل رہے تھے لال قلعہ کا کوئی زارا انگریزوں کے لئے زار نہ تھا، انہیں پل پل کی خبر ملتی تھی۔ غداروں نے انگریزوں کو جو اطلاعات بھیجی تھیں تاریخ نے انہیں محفوظ کر لی ہیں۔ چند خبر نامے ملاحظہ کیجئے۔

۲۲ جولائی (مئی الدین)

۱۔ بادشاہ نے حکم دیا ہے کہ مقتدر کے منی رام سے ایک کوڑ روپیہ وصول کیا جائے اور بیج کی فصل کی پہلی قسط بھی حاصل کر لی جائے۔ منی رام کو آزاد شدہ علاقے کا صوبیدار مقرر کر دیا گیا ہے۔

۲۔ جھجھر کے نواب اور بیجو گڑھ کے راجہ کے ۴۴ خطوط میں تعاون اور امداد طلب کی گئی ہے۔ جو ایچی جھجھر بھیجا گیا تھا وہ واپس آ گیا ہے۔ خیال ہے کہ وہ خواہ نہ لائے کے بنانے پیش کرے گا۔

۲۸ جولائی (نامعلوم)

نواب زینت محل بیگم میں نمایاں کرن اور کر رہی ہے۔ اس نے جرنل بخت خان سے وعدہ کیا ہے کہ اگر وہ انگریزوں کے سپہ سالار

اسلامیہ کالج کے بانی کا دعویٰ ہے

”ہمارا دامن صاف ہے۔ آج تک کوئی ہماری بدعنوانیوں کا سراغ نہیں لگا سکا ہے۔“

ہمارا دعویٰ ہے

”ہم اسلامیہ کالج کی ایک ایک بدعنوانی منظر عام پر لاتے گئے“

اس دعوے کے جواب میں اسلامیہ کالج کے بارے میں ہمارا خصوصی مضمون انڈسٹری میں ملاحظہ فرمائیے



عبدالقدوس



لطیف چوہدری

این ایس ایف کی کراچی سے خیر تک ایک وارنٹ

جمہوری روایات کو پامال نہیں ہونے دیا جائے گا

نمائندہ افتتاح

نیشنل اسٹوڈنٹس فیڈریشن
ساتھیو! ایک انقلابی اور جمہوری تنظیم

ہے۔ اس کے تمام فیصلے باہمی گفت و شنید سے کئے جاتے ہیں۔ اسی لئے ہم ہمیشہ سے آمریت کی مخالفت رہی ہے۔ اسے ختم کر دینا آج تک کسی آمر کے سامنے نہیں ٹھکنا۔ ایوانی آمریت کے قلعے میں پہلا شکنگ ڈالنے کا اعزاز بھی اسے ہی حاصل ہے۔ این ایس ایف نے ۱۹۶۶ء کو اپنے صدر ڈاکٹر رشید حسن خاں کی قیادت میں تحریک شرمشا کی جو آگے چل کر خونِ تحریک بن گئی اور ایوانی خاں کو صدارتِ اقتدار چھوڑنی پڑی لیکن آج کچھ خفا و پرست لوگ این ایس

ایف کی جمہوری روایت کو پامال کرنا چاہتے ہیں۔ وہ اس پر ایسے فیصلے تو پنا چاہتے ہیں جو سرسبز جمہوری اور غیر انقلابی ہیں۔ یہ لوگ این ایس ایف کو اپنی جاگیر اور اس کے کارکنوں اور راہنوں کو اپنا باری بھتیجے ہیں۔ لیکن ہم واشگاف الفاظ میں بتا دینا چاہتے ہیں کہ ہم این ایس ایف کو ایک انقلابی اور جمہوری تنظیم کی حیثیت سے ہر صورت میں برقرار رکھیں گے اور اپنے کارکنوں کے اکثریتی فیصلے کے علاوہ کسی اور کے فیصلے نہ ہمیں پہلے قبول تھے اور وہ تسلیم کریں گے۔

یہ تقریر این ایس ایف کراچی کے صدر جناب عبدالقدوس کی تھی۔ وہ ۲۶ مارچ ۱۹۷۱ء کو ڈیڑھ گھنٹہ کا لچ بھا این ایس ایف کے کارکنوں سے خطاب

کر رہے تھے۔ انہوں نے کہا کہ ”گزشتہ دنوں این ایس ایف کراچی کے جنرل سیکرٹری الطاف صدیقی نے آمرانہ فیصلوں کو ماننے سے انکار کر دیا تو کچھ لوگوں نے ان کے خلاف پروپیگنڈہ شروع کر دیا۔ ایسے افراد کو این ایس ایف کے کسی بھی کارکن اور رکن کے خلاف کچھ کہنے کا حق نہیں ہے۔ اگر کسی کو کوئی شکایت ہے تو وہ این ایس ایف کے کارکنوں کے اجلاس میں اپنی شکایت پیش کریں۔ کسی رکن کے خلاف تادیبی کارروائی یا اس کی رکنیت کی معطلی کا فیصلہ صرف اور صرف این ایس ایف کے کارکنوں کے اجلاس میں کیا جاسکتا ہے۔“

جناب عبدالقدوس نے بتایا کہ این ایس ایف ڈومیسٹک پوٹ نے فیصلہ کیا ہے کہ آئندہ ہفتے سے اس کے آٹھ کارکنوں کی ایک جماعت کی تشکیل دیا جائے گی۔ بیاروں کا سامنا اور علاج کرے گی اور جہاں تک مالی وسائل سے اجازت دی اویات بھی مہیا کرے گی۔ دورے کی ابتدا یاری کی گئی ہے۔ ایک آٹھ رکنی جماعت سندھ کے دیہاتوں کا دورہ بھی کرے گی۔

این ایس ایف کراچی کے اس اجلاس میں ڈاکٹر رشید حسن خاں کی رہائی کا موضوع ہر فرسٹ تھا۔ سرالطاف صدیقی نے اجلاس کو بتایا کہ اس سلسلے میں ایک وفد ہیڈ پارتی کے چیئرمین جناب بھٹو سے ملا تھا۔ انہوں نے گورنر سندھ سے بات کرنے کا وعدہ کیا ہے۔ اس کے علاوہ این ایس ایف کا ایک وفد گورنر سندھ سے ملے گا۔ مجلس عاملہ کے رکن شہباز مرزا نے تجویز پیش کی کہ اخبارات اور جرائد کے مدیروں سے ملا جائے اور ڈاکٹر رشید کی رہائی کے لئے ادارے سے لکھوائے جائیں انہوں

نے بتایا کہ ”ہفت روزہ الفتح نے ہمارے کہنے پر اس سلسلے میں ادارہ لکھ دیا ہے اور اس طرح اس رسالے نے یہ ثبوت مہیا کر دیا ہے کہ وہ واقعی عوام دوست ہے اور اگر دوسرے اخبارات نے اداسی نہیں لکھے تو ان کی عوام دوستی کا دعویٰ محض ایک کھلا جھوٹ اور فریب ہوگا۔ اس کے علاوہ اراکین قومی و صوبائی اسمبلی اور دانشوروں سے بیانات دلائے جاتے ہیں۔“ سر شہباز مرزا کی یہ تجویز با اتفاق راستے منظور کر لی گئی۔

اس کے بعد این ایس ایف مغرب پاکستان کے جنرل سیکرٹری جناب لطیف چوہدری نے تقریر کرتے ہوئے کہا کہ ”این ایس ایف پندرہ سال کی ہو چکی ہے۔ اس مختصر عرصے میں ”تعلیم عام کرو“ ”فیصلوں میں کمی کرو“ ”کتا چیں سستی کرو“ ”نعرے“ ”مز دور رکن“ اور طلبہ اتحاد“ ”سامراجیو ایٹ سے نکل جاؤ“ ”عوامی جمہوریت زندہ باد“ میں تبدیلی ہو چکی ہیں۔ کیونکہ یہیں تجربات نے سبق دیا ہے کہ تعلیم عام فیصلوں میں کمی اور کتا چیں سستی کرنے سے ہمارے مسائل حل نہیں ہو سکتے۔ طلبہ جماعت با جدت ہیں۔ جب تک عوام کے مسائل حل نہیں ہو رہے۔ اس وقت تک طلبہ بھی مسائل میں گہرے رہیں گے۔ اسی لئے ”مز دور رکن“ اور طلبہ اتحاد کا نعرہ لگایا جاتا ہے اور امریکی سامراج اور اس کے جوازیوں کو عوام کا دشمن قرار دیا جاتا ہے۔ ”مز دور رکن، طلبہ اتحاد“ کا مطلب وہ متحدہ محاذ بنانا ہے جس کی قیادت صرف اور صرف مزدور کے پاس ہو۔ بعض افراد عوام کو دھوکا اور فریب دینے کیلئے کسی بورژوا کی جماعت میں شریک ہو جاتے ہیں۔ جس کی قیادت کسی جاگیردار اور سرمایہ دار کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔ اور اس اشتراک کو جو اس کے ذاتی منادات پر سے کرتا ہے متحدہ نازک نام سے دیتے ہیں۔ ایسا متحدہ نازک محض دھوکا ہے۔“

باقی صفحہ ۲۲ پر ملاحظہ فرمائیں

این ایس ایف کے صدر جناب رشید حسن خاں کو انتظامی اسباب کی بنا پر سکھر جیل میں منتقل کیا گیا ہے۔ ان کی صحت ٹھیک ہے۔ قید میں تو سیب نہیں کی گئی۔ وہ سیاسی قیدی نہیں بلکہ توہینِ عدالت کے جرم میں چھ ماہ کی قید با مشقت کی سزا بھگت رہے ہیں۔ (سرکاری اعلان سنا پ)



بھارت میں دس نواز انقلابیوں کے سب سے بڑے دشمن ہیں

قانونی تحریکوں کے رستے کو اپنی بجائے وہ ہر قسم کی انقلابی تحریک کے خلاف تھے اور اس بنا پر پارٹی سے نکال دیئے گئے۔ کیونٹ پارٹی آف انڈیا کی رہا کرتے رہیں پسند قیادت کے بھی یہی راہ اپنائی اور ہر قسم کی انقلابی تحریک کی مخالفت کی۔ انھوں نے تلنگانہ کے انقلابی کسانوں کو ہتھیار ڈالنے پر مجبور کیا۔ اور ہندوستان میں جہاں کہیں کسان بغاوت ہوئی انہوں نے اس کی پیٹھ میں پھل گھونپ دیا۔ (باقی آئندہ)

بقیہ: طلباء

فریب سے اور عوام دشمن سازش ہے۔ ہم کسی ایسے متحدہ محاذ کو نہیں مانتے جس کی قیادت کسی چاگیردار یا سرمایہ دار کے پاس ہو۔ ہمارا اتحاد صرف مزدور اور کسان سے ہو سکتا ہے اس لئے این ایس ایف کے کارکنوں کو چاہیے کہ وہ درس کا ہوسے نکل کر مزدوروں اور کسانوں سے رابطہ قائم کریں اور اپنے نعرے کو حقیقت کا روپ دیں۔

جناب لطیف چوہدری کے بعد این ایس ایف سندھ کے صدر جناب زاہر حسین نے تقریر کی اور انہوں نے بتایا کہ آج این ایس ایف پورے مغربی پاکستان میں پھیل چکا ہے۔ مسٹر حسین بخاری، نجم الہدیٰ، این ایس ایف نئی گراچی اور ملیر لوٹ کے انچارجوں نے بھی تقریریں کیں۔ اس کے بعد مسٹر نایاب نے تین قراردادیں پیش کیں جن میں ڈاکٹر رشید حسن خاں کی رہائی کا مطالبہ شیخ الجامد ڈاکٹر اشتیاق حسین کی برطرفی، فیصلہ بی بی اور ایم کے اور ایم ایس بی سی سلیمنی امتحانات کی بحال کے مطالبات شامل تھے۔ اجلاس با اتفاق رائے ان قراردادوں کو منظور کیا۔

بعد بھی کیونٹ پارٹی کی لیڈر شپ بڑے سرمایہ دار قومی سرمایہ دار کے طور پر پیش کرتی رہی۔ اس بنیاد پر ترمیم پسند قیادت کو موقع ملا کہ وہ ہندوستانی ریاست کے ایک آزاد سرمایہ دارانہ ریاست کہہ سکے۔ اگرچہ وہ تسلیم کرتے تھے کہ ہندوستان کی حکومت جاگیرداروں اور سامراج سے قریبی تعلقی رکھنے والے بڑے سرمایہ دار طبقے کی حکومت ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ان کا یہ نظریہ بھی تھا کہ اس اثر و رسوخ میں سب سے طاقتور عنصر بڑے سرمایہ دار کا ہی ہے۔ اور یہی عنصر ہندوستانی ریاست کو آزاد ریاست کو آزاد سرمایہ دارانہ ریاست کی شکل دے گا۔ اسی نظریہ سے استفادہ کرتے ہوئے ڈانگے کے ٹولے نے یہ سیاسی لائق اپنائی کہ ہندوستان میں اب جاگیرداری کا جو باقی نہیں اور زراعت میں سرمایہ داری پیدا ہو چکی ہے۔ سو نہرو کو سرمایہ داروں کے ترقی پسند طبقے کا نمائندہ بنا کر پیش کیا گیا۔ ڈانگے کے ٹولے کی حکمت عملی تبدیل پسند یا یہ تھی کہ یہ کمزور کسان کا خیال تھا کہ ہندوستان کی قومی جمہوری حکومت بریلوہار طبقے سے اتحاد کے ذریعے مرتب ہوگی۔ اسی دوران میں وہ یہ بھی کہتے رہے کہ ہندوستان کو جس قدر روسی امداد ملے گی اس کی آزادی اسی قدر محفوظ ہوگی۔ یعنی روسی امداد ہند کے سامراجی دائرہ اثر سے باہر نکلنے میں معاون ثابت ہوگی۔ میں

عظیم چینی پارٹی کے تجربے سے پتہ چلتا ہے کہ ۱۹۲۷ء میں چیانگ کائی شیک کے برسرِ اقتدار آنے پر چین کے ٹرانسکی نواز طبقے نے اعلان کر دیا تھا کہ چیانگ کائی شیک ٹولے نے سامراج اور جاگیرداری کو زیر کر لیا ہے۔ اور وہ آزاد سرمایہ دارانہ سفر کی راہ ہموار کر رہا ہے۔ وہاں بازو کے موقع پرست چینی ٹولیسٹوں اسی ٹرانسکی نواز لائن کو اپنایا۔ ان کا کہنا تھا کہ جمہوری انقلاب کی تکمیل پر چین سوشلسٹ انقلاب کے مرحلے میں داخل ہو چکا ہے۔ انھوں نے مطالبہ کیا کہ ”قومی اسمبلی بنائی جائے“ اور انقلابی جدوجہد کی راہ ترک کر کے

پرست مذہبی اور ہندوستانی انقلاب کو فتح صرف چین کی دکھائی ہوئی راہ یعنی غلامی جنگ کے ذریعے نصیب ہو سکتی ہے۔ رانا دیو ٹولے نے آنکھیں میکر ڈیٹ کے ان صحیح نتائج کی مخالفت کی۔ اور جمہوری انقلاب اور سوشلسٹ انقلاب دونوں کی بیک وقت تکمیل کے ٹرانسکی نظریہ کو اپنایا۔ اس طرح اس ٹولے نے پارٹی کے کارکنوں کی توجہ جمہوری انقلاب اور سوشلسٹ انقلاب دونوں کی بیک وقت تکمیل کے ٹرانسکی نظریہ کو اپنایا۔ اس طرح اس ٹولے نے پارٹی کے کارکنوں کی توجہ جمہوری انقلاب کے بنیادی کام یعنی زرعی انقلاب سے ہٹا دی۔ فرقہ واریت نے پارٹی کے کارکنوں کو ہم جو بنایا۔ اگرچہ رانا دیو ٹولے نے اس غلط اور خود کش حکمت عملی کو اپنایا۔ لیکن تلنگانہ کے کسان انقلابی جدوجہد کے رستے سے نہ ہٹے اور انھوں نے اپنی اس تحریک کو گورنر بلا جنگ کے ذریعے آگے بڑھایا۔ رانا دیو ٹولے نے باؤ خرا کارکنوں کی بغاوت کے پیش نظر اس فرقہ وارانہ حکمت عملی کو ترک کر دیا۔ یہی الاوائی لیڈر شپ کی بڑی بدولت تھی اس عمل کو آگے بڑھایا۔ لیکن ۱۹۵۱ء کے پروگرام کی منظوری سے پھر وہی دیا کارانہ حکمت عملی بحال ہو گئی۔

ہندوستان میں قومی سرمایہ دار کا مسئلہ

۱۹۵۱ء کا پروگرام اور لائحہ عمل اس فکری بنیاد پر تیار کیا گیا تھا کہ ہندوستان کا اونچے سرمایہ دار طبقہ دوسرے کردار کا حامل ہے۔ اس دوسرے کردار کی توجہ یہ تھی کہ ہندوستان کے اونچے بورژوازی طبقے کا کردار سامراج دشمن بھی ہے اور سامراج سے سمجھوتے پر آمادہ بھی دوسرے نقطوں میں ہندوستان کے اونچے سرمایہ دار طبقے کو قومی سرمایہ دار سمجھا گیا جبکہ کامریڈستان نے ۱۹۲۵ء میں یہ کہہ دیا تھا کہ ہندوستانی سرمایہ دار طبقے کا اونچا اور با اثر حصہ سامراجیوں کے ساتھ جاملتا ہے۔ اور ان کے ہاک میں شامل ہو گیا ہے۔ لیکن کامریڈستان کے نام سے حلف لینے اور قومی میموری کے پروگرام کو اپنانے کے

البتہ اس کے کئی ایک مالک اس انقلابی لہر کی زد میں آ گئے اور وہاں کے عوام نے چیرمین ماؤ کی دکھائی ہوئی راہ۔ عوامی انقلاب کی راہ اپنائی، استعماری نظام کے خلاف ہندوستانی عوام کا عینس و غضب سامراجیوں کی حکومت کے خلاف عام مجاہدانہ بغاوت بن کے اٹھرا۔ محنت کش طبقے کے زیر سرکردگی ہندوستانی کے کاشت کاروں نے سلج جدوجہد کی راہ کو اپنایا۔ پونا پر اور دایبل کے کسانوں نے رجعت پسند مسلح فوجوں کے خلاف مزاحمت کی راہ دکھائی۔ تلنگانہ کے کاشت کار جاگیرداروں کے خلاف سمجھوتے کر اٹھ کھڑے ہوئے اور بنگال کے کسانوں نے جاگیرداری انحصال کے خلاف پختہ بیکہ جدوجہد شروع کر دی۔ طبعاتی جدوجہد کی لہر تمام ملک میں پھیل گئی۔ اور اس نے پورے نوج اور بحریہ کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ لیکن ترمیم پسند قیادت نے سامراجیوں اور ملکی رجعت پسندوں کے پیٹھ کا کردار ادا کیا۔ امدان عظیم معرکوں سے غداری کی۔ اس انقلابی لہر کو بھانپتے ہوئے سامراج نے کانگرس، جسے جو کہ ہندوستان میں بیرونی سرمایہ کے محافظوں اور جاگیرداروں کی نمائندگی کرتی تھی، سودا بازی کر لی۔ ملک تقسیم ہو گیا تو سامراجیوں کی براہ راست حکومت بالواسطہ ہو گئی۔ عوام کے خلاف اس دباو کاری میں ہندوستان کی تمام دوسری سیاسی جماعتوں کے علاوہ ترمیم پسند بھی شامل تھے۔

پارٹی کی دوسری کانگریس میں کارکنوں نے اس غداری کے خلاف بغاوت کر دی اور رانا دیو ٹولے نے پارٹی کی قیادت پر قبضہ کرنے کے لئے اس موقع سے فائدہ اٹھایا۔ آندھرا صوبائی کمیٹی کے سیکریٹری نے جو کہ اس وقت ”تلنگانہ“ کے ایک رہنما کے طور پر

ہر سطر دلچسپ ہر صفحہ بھر لوپر

حروف

ایک پوے میں سامے جہاں کی دلچسپیاں
لچھے تڑپ بکشا ل سے خریدیتے

ماہنامہ حروف - ۹۸ء - پیکالونی - کراچی



ملکہ کچھراج کی بیٹی طاہرہ سید کی ڈوی والے سویل ماں کا سلوک کر رہے ہیں

ناظرین کا امتحان کب تک لیا جائے گا؟

ناظر

طاہرہ سید وہ آواز ہے جو دیکھی بھی جاسکتی ہے اور محسوس بھی کی جاسکتی ہے۔ وہ ایک ماہر فن گلوکارہ کچھراج کی بیٹی ہے۔ جس نے خفے کی ایک جیسی آواز۔ گنگے کا سوز اور گلے کا سنبھلا ہوا انداز اپنی ماں سے ہی پایا ہے۔ لاہور ریڈیو سے وہ گاتی رہی ہے۔ اور دو ایک ٹکڑوں میں اس نے چند گانے بھی لکائے ہیں۔ مگر کراچی والوں نے اسے پہلی مرتبہ گزشتہ سال، ایکشن ۱۹۰ کے پروگرام کے دوران دیکھا اور سنا اور حیران رہ گئے کہ اتنی کم عمری میں موسیقی پر اس قدر دسترس خدا داد بات ہی ہو سکتی ہے۔ ناظرین یہ توقع کر رہے تھے کہ کسی روز آدھریوں گھنٹہ طاہرہ سید کے لئے وقت کر دیا جائے گا۔ مگر کراچی ٹی وی کے ارباب اختیار نے اس کی توجہ اور کراچی کے دلدادگان موسیقی کی اس قدر تعجب کی ہے کہ اب شاید طاہرہ کراچی ٹی وی ہاؤس میں تو کوئی گانا ریکارڈ کرائے گی نہیں۔

ٹی وی والوں نے بطور یہ اختیار کر رکھا ہے کہ جب کبھی کوئی پروگرام وقت سے ذرا پہلے ختم ہو جاتا ہے اور بجے والی خبروں میں ذرا دیر ہوتی ہے تو "خالی جگہ پر گزرتے" کے لئے طاہرہ سید کو گواہیا جاتا ہے۔ اور وہ بھی اس طرح کہ پورا گانا سننے کو نہیں ملتا۔ اور دوسری فیڈ آؤٹ کر دیا جاتا ہے۔ طاہرہ کے ساتھ اس حکم کی بدسلوکی ۳۳ برس کی کوہ سرب مرتبہ کی گئی۔ رعنا سید نے اعلان کیا کہ خبروں میں کچھ وقت باقی ہے۔ اس لئے اتنی دیر تک طاہرہ سید کو نہیئے۔ اور چشم زدنی میں طاہرہ ناظرین کے سامنے تھی۔

گھر میں ہائے آئی وہیں سکھی پھول برساؤ پنجاب کے لوگ گیت کی طرز سہمی پر اس گیت کی موسیقی ترتیب دی گئی تھی اور طاہرہ سہمی کے نال پر پڑے رکھ رکھاؤ کے ساتھ گیت گارہی تھی کہ نہیں منٹ کے اندر ہی چابک گیت

نید آؤٹ کر دیا گیا۔ اور پھر اشتہارات دکھائے جانے لگے۔ خبروں کے وقت تک کوئی ایک درجن اشتہاروں کے ہم ناظرین پر گرائے گئے۔ سوال یہ ہے کہ بغیر پیشگی ہدایت کے طاہرہ کا پروگرام کیوں دکھایا گیا۔ اس طرح بہت سے باذوق ناظرین اس پروگرام سے محروم ہو گئے ہوں گے۔ اور اگر دکھایا جانا ضروری تھا تو اسے خبروں کے وقت تک کیوں نہیں دکھایا گیا۔ خبروں میں دیر تھی تو طاہرہ سید جیسی فن کارہ اور موسیقی سے دیہی۔ کھنے والے ناظرین کی تو یہی کرنے کے بجائے اشتہارات ہی کی بھرمار رہتی۔ جیسا کہ عام چین ہے تو کوئی ٹی وی کے ذمہ داروں کا کیا بگاڑ ملتا۔

اتوار ۲۵ اپریل کو ڈراموں کے سلسلے "آرتنگ" میں حبیب کشمیری کا ڈرامہ "شہزادہ عظیم" دکھایا گیا۔ جسے کنور آفتاب نے پیش کیا تھا۔ عموماً کشمیری نے یہ ڈرامہ اپنی ایک شہرہ آفاق ٹی وی سے تیار کیا تھا۔ لیکن یہ

کے صاحب رو بدول کر کے آرڈنگ میں مل کر لیا۔ اس کا مطلب ہے کہ ٹی وی نے مصنفین کی اجازت ہی سے شروع کر دیا گیا۔ بہر کیف یہ پروگرام انتہائی بچکانہ اور غالباً آپ بھی بہر حال، مکرپٹ اور پشیمانی کے اعتبار سے سید کشمیری کے ڈرامے کو کامیاب کہا جا سکتا ہے۔ بدایت کار کنور آفتاب نے کئی خوبصورت پینچ اس ڈرامے میں دیئے ہیں۔ ڈرامے کا مرکزی کردار ذہین طاہرہ نے بڑی مہارت سے ادا کیا۔ ماجد علی نے اپنے کردار کو خوب سمجھا۔ بداس پر کافی محنت کی تھی۔ آنکھیں رکھتے ہوئے نامیہ بننا خاصا مشکل کام ہے۔ ایک آدھریں میں تو ادکاری چل جاتی ہے مگر مسلسل اسے بھانجنا مطلب کرتا ہے۔ ذرا بھی توجہ نہ تو سارا متلع اتر جاتا ہے۔

لفظ کی تلاش

ذہنی آزمائش کے پروگرام غالباً آپ کے ذریعہ تین جارجنٹونک ناظرین کا صبر آزمایا جاتا رہا۔ نگریہ "رکوتی" کا نعم البدل ثابت نہیں ہو سکا۔ اس کے بارے میں اسی صفحہ پر لکھا جا چکا تھا کہ اسے بند کر دیا جاتا ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ غالباً آپ کی ناکامی کا احساس

مصنفین کو سہل انگاری کی ترغیب دی جا رہی ہے

ٹی وی کے حکام و جلد ہو گئے۔ اور اس کو ختم کر کے اس کی جگہ "ذہنی آزمائش" کا ایک اور پروگرام "لفظ کی تلاش" کے نام سے شروع کیا گیا ہے۔ بتایا جاتا ہے کہ ایک ماہ کے سارے پروگراموں کی منظوری پہلے راہنڈی سے حاصل کی جاتی ہے اور پھر انہیں شیڈول کیا جاتا ہے

"لفظ کی تلاش" کے اچانک شروع ہونے سے بھی اندازہ ہوتا ہے کہ راہنڈی میں ٹی وی کا پوریشی والوں نے "غالباً آپ" کی ٹیم اچھی طرح نہیں سمجھی تھی یا پھر "لفظ کی تلاش"

منظوری حاصل کیے بغیر نہ صرف مقامی جنرل منجر کر لیا۔ اس کا مطلب ہے کہ ٹی وی نے مصنفین کی اجازت ہی سے شروع کر دیا گیا۔ بہر کیف یہ پروگرام انتہائی بچکانہ اور غالباً آپ بھی بہر حال، مکرپٹ اور پشیمانی کے اعتبار سے سید کشمیری کے ڈرامے کو کامیاب کہا جا سکتا ہے۔ بدایت کار کنور آفتاب نے کئی خوبصورت پینچ اس ڈرامے میں دیئے ہیں۔ ڈرامے کا مرکزی کردار ذہین طاہرہ نے بڑی مہارت سے ادا کیا۔ ماجد علی نے اپنے کردار کو خوب سمجھا۔ بداس پر کافی محنت کی تھی۔ آنکھیں رکھتے ہوئے نامیہ بننا خاصا مشکل کام ہے۔ ایک آدھریں میں تو ادکاری چل جاتی ہے مگر مسلسل اسے بھانجنا مطلب کرتا ہے۔ ذرا بھی توجہ نہ تو سارا متلع اتر جاتا ہے۔

راہنڈی، اسلام ٹی وی اسٹیشن کا تیار کر دہ پروگرام "وطن کے گیت" اس مرتبہ پھر بھیا اور بے جان رہا۔ تین عورتوں اور تین مردوں نے مل کر ادا لگ پشور شاعروں کے گیت سنائے۔ جن کا ترجمہ اردو میں خاطر غزنی نے کیا تھا۔ ان کی دھنیں بھی پشتو تھیں اور سرحد کے لوگ گیتوں کی بھلیں۔ موسیقی کے اس پروگرام کے لئے ۲۸ منٹ بالکل رائیگان لگے۔ سوائے اس کے کہ امیر عزمہ شزاری کے گیت کا ترجمہ خاطر غزنی نے بہت اچھا کیا تھا۔ لاہور کے پروگرام "گرداب" میں حمید شاہین کے لکھے ہوئے ڈرامے "بیل وادہ" کی کی دوسری قسط ۲۵ اپریل کو مکمل ہوئی۔ اور ماہر نہایت راوی کی زیر رہنمائی اور ریڈیو گیتک کے سہ ماہی چلنے والا یہ ڈرامہ جسے THREE FACES OF EVE سے اخذ کیا گیا ختم

سوات کے طلباء کب حل ہوں گے؟

دوسری طرف ایک سسٹم (TAMS) کے تمام اختیارات واپس لیا گیا ہے۔ جو کمپنی کاموں کی چیلنگ کرتی ہے۔ اس فرم کے پاس بھی کمپنی کی تقریباً دو سو گاڑیاں ہیں۔ جن کا سورہہ رڈز کے حساب سے ماپا کر آیا اور کرایہ ۱۰ لاکھ ۱۰ سسٹم کے لیے دیا گیا ہے۔ یہ کمپنی کا ڈیڑھ لاکھ روپے کی قیمت کا جس کی ذمہ داری اسی اور فرانس لے جائے گی۔ حالانکہ اس سے بہت کم سرمایہ ہے لہذا اپنی گاڑیاں فروغ دے سکتا تھا۔ جو ٹیم کی کمپنی کے بعد بھی جا رہے ہیں۔

سرحدی گاؤں بڑی ترقی میں

ایک بھی اسکول نہیں ہے

مستقبل کی جنگ میں سرحدی گاؤں بڑی ترقی میں ترقی پانچ سو روپے کے معاہدے میں سید پلائی دیوار ثابت ہو چکا ہے۔ یہاں کے باشندوں نے آزادی کی لڑائی میں اپنی بے مثال قربانیوں سے ثابت کر دیا تھا کہ وہ وطن کی سلامتی اور بقا کی خاطر حق میں ہیں۔ اپنا سب کچھ لٹا رہے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود اس علاقے کے مسائل کو مسلسل نظر انداز کیا جا رہا ہے۔ نوکر شاہی ہمیشہ اس علاقے کی معاشی اور سماجی ترقی کے راستے میں رکاوٹ بنی رہی ہے۔ آخری بڑی آبادی کے لئے صرف ایک پرائمری اسکول ہے۔ آبادی سے کسی میل دور ایک ہائی اسکول ٹانڈہ ہے۔ بعض دور دراز کے طلبہ سات سات میل کا فاصلہ طے کر کے حصول تعلیم کے لئے یہاں پہنچتے ہیں۔ اس اسکول میں زیر تعلیم طلبہ جون جولائی کی تقریبی دس سو گز، دسمبر اور جنوری کی کرانے کی سرحدی میں پیدل سفر کرتے ہیں۔ کیونکہ اس علاقے میں بڑا سپورٹ کا کوئی انتظام نہیں ہے۔ یہاں اسپتال یا ڈسپنسری بھی نہیں ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ یہاں کے باشندوں کی زندگی مشکلات اور پریشانیوں کا مجموعہ بن گئی ہے۔ گاؤں کی تیار دست جیٹے ایسے مناظر سونے کے ہوتے ہیں۔ یہی جہیں عوام کے مسائل سے کوئی دیکھی نہیں ہے۔ یہ علاقہ ہر لحاظ سے پسماندہ ہے۔

- ۹۔ کانی میں انگریزی معاشیات۔ طبیعیات اور سیاسیات میں ایم اے کی کلاسیں شروع کی جائیں۔
- ۱۰۔ کالج کے کانسٹریکشن ڈیپارٹمنٹ میں "کوڈ ویر ہال" کو ساؤنڈ پروف کیا جائے۔
- ۱۱۔ میڈیکل اور انجینئرنگ کے لئے فٹنٹین مقرر کی جائیں۔
- ۱۲۔ گرفتار طلباء کو رہا کیا جائے۔

طلباء کے مطالبات معمولی نوعیت کے ہیں۔ انہیں قبول کر کے طلباء کی بے چینی اور بے امیدانی فوری طور پر ختم کی جاسکتی ہے۔

تربیلہ ڈیم میں

غیر ملکی کمپنی کی دھاندلی سے

لاکھوں روپے کا نقصان

تربیلہ ڈیم میں کام کرنے والی غیر ملکی کمپنی کی سیکنڈوں گاڑیوں دھاندلی کے بغیر حل رہی ہیں۔ جس سے گرنٹس ٹولا کر لیا روپے کا نقصان ہوا ہے۔ اور ایک ایسی غیر ملکی کمپنی کو فائدہ پہنچ رہا ہے جو اس طرح چلتی ہوئی سرمایہ کا ایک روپیہ بھی پاکستان میں چھوڑ کر نہیں جاتے گی۔ یہ سب کچھ ضلع ہزارہ کی تنظیم واپٹا کی مقامی انتظامیہ اور کمپنی کے بڑے بڑے افسران کی جھگڑت سے ہو رہا ہے۔ کمپنی نے گاڑیاں رجسٹرڈ نہ کرنے کی ٹنگ یہ نکالی ہے کہ گاڑیاں چونکہ ورننگ ایریا میں جاتی ہیں اس لئے انہیں رجسٹرڈ کرانے کی ضرورت نہیں۔ حالانکہ قائم عرصہ تک ڈیم میں بجلی کا کام کر چکا ہے اور وہاں کمپنی کو اس قسم کی کوئی رعایت نہ تھی۔ کبھی کبھار ڈیفنس پولیس کا ملکہ (BY PASS) روڈ کی طرف آ جاتا ہے اور کمپنی کی گاڑیوں کا چالان بھی کرتا ہے لیکن کمپنی نے باقاعدہ عہدہ بھرتی کر رکھا ہے۔ جو کچھ نہ کچھ سے دلا کر چالان منسوخ کر دیتا ہے۔ اور اگر کسی کسی طریقہ سے چالان عدالت تک پہنچ جاتا ہے تو معمولی جرمانہ کر کے چھوڑ دیا جاتا ہے۔

نمائندہ الفت

سوات پاکستان کا پسماندہ ترین علاقہ

سوات ہے۔ مطلق العنان اور آسودہ حکومت میں یہاں میں قدر مسائل تھے، ان سے کہیں زیادہ اب ہو گئے ہیں۔ کوئی درمند شخص ان کے حل کرنے میں دلچسپی نہیں لے رہا ہے۔ خاص طور پر سرکاری ملازمین میٹروپولیٹن سے کام لے رہے ہیں۔

عوام کے ساتھ طلباء بھی بہت پریشان ہیں ان کے مسائل بھی مدد پر مدد کرتے جا رہے ہیں۔ جہاں ذہنی کالج سیدو شریف کی جانب سے حکومت کی خدمت میں چند مطالبات پیش کئے گئے تھے مگر ابھی تک کسی قسم کی یقین دہانی نہیں کوئی گئی۔ گزشتہ مہینے انہی مطالبات کی وجہ سے طلباء اور انتظامیہ کے درمیان کچھ ناخوشگوار واقعات رونما ہوئے تھے۔ حالانکہ طلباء نے بڑے نظم و ضبط کا مظاہرہ کیا۔ اور اس بات کی پوری کوشش کی کہ کوئی ناخوشگوار واقعہ جنم نہ لے۔

سات کے طلبہ کے چند مطالبات پیش خدمت ہیں۔

- ۱۔ امتحانات کی تاریخ میں توسیع کی جائے۔
- ۲۔ طلباء کے کھیل کود کے لئے گراؤنڈ بنایا جائے۔
- ۳۔ منگورہ ہسپتال کے کمروں کی تعداد میں اضافہ کیا جائے۔
- ۴۔ کالج کے طلباء کے لئے ٹرانسپورٹ کا انتظام کیا جائے۔
- ۵۔ کالج کے کمروں میں بجلی لگائے جائیں۔
- ۶۔ "ٹمر" اور "ڈگر" کے کالجن کی کمزورتیاں مکمل ہو چکی ہیں ان میں تعلیم شروع کی جائے۔
- ۷۔ ان طلباء کو وظائف دیئے جائیں جو میڈیکل اور انجینئرنگ کی تعلیم کے لئے سوات سے باہر جاتے ہیں۔
- ۸۔ روڈ کیوں کے لئے گراؤنڈ تعمیر کیا جائے۔

ہو گیا۔ دوسری شخصیت ماہ رخ ادیلی " کا کردار پروین ملک نے خاصی محنت سے ادا کیا۔ لیکن ڈرامے کے اسکرپٹ میں جھولنے کی وجہ سے پروین ملک کچھ گھٹی گھٹی سی رہی۔ اس نے جتنی محنت کی کردار کو سمجھ تو لیا مگر دوسرے کرداروں کا سا تھ نہ ہونے کے باعث اس کی اداکاری میں فنی چٹنگ نظر نہ آ سکی۔ نور احمد راولپنڈی ریڈیو کا بہت تجربہ کار اور پیمانہ ڈرامہ آرٹسٹ ہے۔ ڈاکٹر کامیاب کردار اس کے لئے ذرا بھی موزوں نہیں تھا۔ اسکرین کے پیچھے ریڈیو کی طرح اس سے میجر کے رادیو کے مکالمے ادا کرنا اس کے ساتھ بڑی زیادتی تھی مجموعی طور پر "میل و ماہ" کی دونوں نظمیں ناکام ہیں۔

الفریڈ بچپاک کی فلموں کا ایک نیا اور اچھا سلسلہ شروع کیا گیا ہے۔ ۲۰ اپریل کو بالی وڈ میں تیار کردہ بچپاک کی پہلی فلم "کیٹو آؤ یس" دکھائی گئی۔ جو ہمارے کئی بور بور گراموں سے بدرجہا بہتر تھی لیکن اسے بچپاک کے تجربہ زار اچھے ڈراموں میں شمار نہیں کیا جاسکتا۔

۲۹ اپریل کو تھوڑے پروگرام میں پہلی دفعہ تبدیل دیکھنے میں آئی۔ اس مذہب یونس ایم سید نے لاکھوں عوامی ایک کے رویہ اور میل پارٹی کی اکثریتی حیثیت کے باوجود میں تبصرہ کیا۔ جو شبلی ویرن پاس نے نیا معلوم ہوا کہ پارٹی پالیسی پر تبصرہ وی کے لئے تجربہ منوہ سمجھا جاتا ہے۔

یونس سید کو پہلی مرتبہ تبصرہ کے لئے مدعو کیا گیا۔ مدد چند مخصوص لوگوں ہی کو تبصرہ کی اجازت داری حاصل ہے۔ انہیں نئے نئے اور دیکھتے دیکھتے لوگ تنگ کئے ہیں۔

"باتوں کے بھوت" کے سلسلے میں اشد درانی کا لکھا ہوا خاکہ "میرے منگیز" بھی اس سیریز کے دوسرے ڈراموں کی طرح لوڑ ثابت ہوا۔ لاہور ٹیلی ویژن اسٹیشن کے ان پروگراموں کے بارے میں پہلے سے لکھا جا چکا ہے کہ اس قسم کے خاکے پیش کرنے سے کوئی فائدہ نہیں جنہیں دیکھ کر ہنس کے سید نہ روتا ہے۔ "میرے منگیز" میں کرداروں کی بھرمار تھی۔ ۵۰ منٹ کے پروگرام کے لئے زیادہ کرداروں کی گنتا گنتی ہی نہیں ہوتی مگر مصنف نے پورے ۱۰ کرداروں پر یہ خاکہ لکھا تھا جس میں فرخ حال بھی شامل تھی۔ مگر خاکہ کی سہولت برتنے کے باوجود اس کے حصے میں ایک معاملہ بھی نہ آیا۔ اور نہ اداکاری کا موقع ملا۔





جامعہ کراچی کے چھ نکات

جو منہ سے شعبہ تادیب کا بیانات نکالتی فارمولہ لائے ہوا جامعہ کے طلباء یہ کہتے ہوئے سنے گئے۔

بات کہنی جہیں شکل کبھی ایسی تو نہ تھی جامعہ کا یہ شعبہ بھی اپنی قسم کا نا حد شعبہ ہے جس کے سربراہ فوج کے ایک ریٹائرڈ میجر صاحب ہیں۔ میجر صاحب اپنی ناجائز سختیوں کی وجہ سے جامعہ میں خاصے مشہور ہیں۔ جامعہ کے طلباء کو اس قسم کے کلمے قوانین کے خلاف آواز بھی بلند کی اور اس کا خاطر خواہ نتیجہ بھی برآمد ہوا کہ گزشتہ سال جامعہ کا یہ بدنام زمانہ شعبہ تقریباً ناکارہ ہو گیا تھا۔

جامعہ میں داخلہ لیتے وقت ہر طالب علم کا اس شعبہ سے واسطہ پڑتا ہے۔ جب اسے فارم کے ساتھ دو کارڈ شعبہ تادیب کے بھی بھرنے پڑتے ہیں۔ اور شعبہ تادیب کی اجازت کے بعد ہی طالب علم کو داخلہ ملتا ہے۔ اس صورت میں جامعہ میں گزشتہ کئی سالوں سے ایسے باطلہ کارڈ کے داخلے رد کے جا رہے ہیں جو ایک خاص مکتب

مگر سے تعلق نہیں رکھتے۔ اس کی واضح مثال ۱۹۶۱ء میں رسما معافی محمد عارف اور دوسرے کئی طلباء ہیں جن کے کارڈ اس شعبہ بند رہ گئے۔

اس شعبہ کا ایک اور کارنامہ C.I.D کو طلباء کے پتے فراہم کرنا ہے۔ اس کا ثبوت ۱۹۶۶ء کی عوامی تحریک ہے۔ جب کراچی کے جیالے

طلباء نے اپنے حقوق کی جدوجہد کے لئے ہڑتوں پر نکل آئے تھے۔ جب طلباء ظلم کے خلاف آواز بلند کر رہے تھے۔ اس وقت جامعہ کا یہ شعبہ

تادیب انتظامیہ سے گٹھ جوڑ کر کے طلباء کے خلاف سازشیں کر رہا تھا۔ ۱۹۷۵ء کو طالب علم رہنماؤں کے پتے فراہم کر رہا تھا۔ ثبوت کبے طور پر جنرل نام حاضر خدمت ہیں۔ اس شعبہ تادیب

نے شہر پارمرا۔ نیر عزیز مسودی، طارق فتح کے پتے سی آئی ڈی کو فراہم کئے تھے۔

ہاں تو بات ہمدردی مٹی شعبہ تادیب کے سات نکاتی فارمولے کی۔ اس سات نکاتی فارمولے کا ایک خاص نکتہ یہ ہے کہ کوئی لڑکا کسی لڑکی سے یا کوئی لڑکی کسی لڑکے سے کلاس کے اندر یا کلاس کے باہر بات نہیں کر سکتی۔ اس سے پہلے بھی حکم نامہ کچھ اس طرح سے تھا کہ لڑکی لڑکا بات تو کر سکتے ہیں۔ لیکن ان کے درمیان ۳ فٹ کا فاصلہ ہونا چاہیے۔ لیکن اس سال اس میں تبدیلی کر دی گئی تھی۔

سننے میں آیا ہے کہ شعبہ تادیب سے یہ حرکت ہو کھلا سٹ میں ہو گئی۔ راوی اس کی وجہ یہ بیان کرتا ہے کہ اس سال چونکہ جامعہ کی طالبات کی ایک کثیر تعداد نے انٹرمیڈیٹ میں پسند جماعت پر عدم اعتماد کا اظہار کر دیا ہے۔ چنانچہ آئندہ سال کی تیاری کے لئے اور حفظاً تقدم کے اصول کے تحت اس حکم نامہ کو نووی طور پر نافذ کیا گیا ہے۔

ایک آخری بات ضرور گزارش کرنا چاہتا ہوں جس طرح عوامی لیگ کو چھ نکات جیسے پڑے ہیں کہیں یہ نکات شعبہ تادیب کی روانی کا سامان نہ بن جائیں۔

(ایک طالب علم)

بیروطن پر مرٹھے والوں

کا دل بس ہے

بھارت کا حکمران طبقہ پاکستان کا انڈیا دشمن ہے۔ جب سے پاکستان بنا ہے بھارتی توسیع پسندوں کی یہی کوشش رہی ہے کہ پاکستان کو دنیا کے نقشے سے مٹا دیا جائے۔ اور وہ اپنے

اس گھناؤنے، مذموم اور ذلیل ارادے کو باہر تکمیل تک پہنچانے کے لئے پاکستان پر کسی بار حملے کر چکے ہیں۔ لیکن ہر بار انہیں منہ کی کھانی پڑی ہے۔ بھارت کے لیبرے ہٹنے کے حال ہی میں پاکستان کی سالمیت کے تحت ایک گھناؤنی سازش کی تھی۔ جسے مشرقی پاکستان کے مختلف اوصیٰ عوام اور پاکستان کی مسلح افواج نے ناکام بنا دیا ہے۔

پاکستان سامراج دشمنوں اور دوسروں کا ملک ہے۔ پاکستان کو ختم کرنے کی سازش میں کوئی کامیاب نہ ہوگا۔ خود مٹ جائے گا ہم بنگالی، پنجابی، سندھی، بلوچ اور چٹان ایک ہیں۔ اور انڈیا والڈ ایک ریٹا گئے۔ ہم بھائی جانی ہیں۔ ہم پاکستانی۔ راج دشمن ہیں۔ اور سامراجیوں سے نفرت کرتے ہیں۔ ہم سامراج دشمنوں کے دوست اور سامراج اور اس کے حواریوں کے دشمن ہیں۔ پاکستان جارا عظیم وطن سامراجیوں کا قبرستان بنے گا۔ ہم بھارتی مداخلت کا رد مل کا صفا کر دیں گے۔ امریکی سامراج، بھارتی لیڈر، خبردار! یہ دیس جوی بہادر، حب الوطنوں کا دیس ہے۔

احمد نواز ڈیرہ غازی خان

ملکہ کی سالگرہ

کیوں ملتوی کی گئی؟

کسراچھے میں برطانوی کمشنر کی جانب سے ۲۱ اپریل ۱۹۷۱ء کے دن ملکہ کی سالگرہ کی تقریب کے سلسلے میں دعوت نامے جاری کئے گئے تھے۔ مگر دعوت کے اجراء کے فوراً بعد اس تقریب کو مشرقی پاکستان کی صورت حال کا بہانہ بنا کر منسوخ کر دیا گیا۔

کیا برطانوی مشن کو مشرقی پاکستان کی صورتحال کا علم پیچھے نہ تھا۔ اور کیا اسے یہ بات معلوم نہ تھی کہ پاکستان کی مسلح افواج بھارتی مداخلت کا رد مل کا صفا کر رہی ہے یہ پہلے دعوت نامے

جیسے لکھے تھے پھر انہیں منسوخ کر دیا گیا۔ اور تقریب کی منسوخی کی وجہ مشرقی پاکستان کی موجودہ صورت حال بتائی گئی۔ جو پاکستان کے اندرونی معاملات میں کھل مداخلت ہے۔ اس احتجاج کو کشش کو بھارتی پروپیگنڈہ کا ایک حصہ ہی قرار دیا جاسکتا ہے۔

کیا دیت نام، کمبوڈیا اور لاؤس میں برطانوی مشن موجود نہیں ہے۔ وہاں ایسے حالات موجود ہیں کہ ملکہ کی سالگرہ کی تقریبات منسوخ کر دی جاتی ہیں۔ لیکن ان ملکوں میں یہ تقریب اس لئے منسوخ نہ کی گئی کہ شکریہ کی فوجی فیس مقامی لوگوں کو قس کر رہے ہیں۔ برطانوی مشن کے نزدیک یہ کوئی بڑا مسئلہ نہیں ہے۔ البتہ مشرقی پاکستان ان کے لئے ایک عظیم مسئلہ بن گیا ہے۔ بال پاکستانی فوج ملک کی بھلا اور سلامتی کے لئے بھارتی مداخلت کا رد مل سے غٹ رہی ہے پاکستان چینل پارٹی مرکزی سیکرٹریٹ کراچی

آئیے ہم سب مل کر سامراج

کا پھندہ توڑ دیں

ہفت روزہ الفتح پابندی سے مطالعہ کرتا ہوں۔ شکر وہوں کہ آپ ہر منہ ان حقیقتوں سے روشناس کراتے ہیں جس کی روشنی میں ظلم و مظلوم کا رشتہ سمجھ میں آتا ہے۔ لوٹنے اور لیٹنے والے کے درمیان واضح فرق محسوس ہوتا ہے اور پھر اس گھناؤنے کھیل کی خطرناک چابلیں نظر آتی ہیں۔ جو امریکی سامراج، اس کے حواری اور ایجنٹ ۲۳ سال سے اس ملک کو تباہ ویراں کرنے کے لئے چل رہے ہیں۔

امریکی سامراج اور اس کے حواری اجاڑ دار سرمایہ دار اور جاگیر دار مغربیوں و محنت کشوں کا خون چوس رہے ہیں۔ عزیز مظلوم اور پسے ہوئے عوام اپنے حقوق کی بات نہیں کر سکتے۔ حقوق کی بات کرتے جلتے جلتے ملازمتوں سے علیحدہ

حایت کرتا ہے اور مغربی بنگال کی مکمل باڑی
تحریک کی حمایت مشرقی پاکستان کے بائیں
بازو سے وابستہ افراد بھی کرتے ہیں۔ اس وقت
جماعت اسلامی کا سارا پریس مشرقی پاکستان کی
علیحدگی کی تحریک کو سوشلسٹوں کے سر ڈالنے کے
لئے دھڑ دھڑکی کوڑی لارہا ہے۔ یوں ہر حال
عوام کے سامنے لائیں گے۔

بقیہ : شنگھائی کے عورتیں

گئی تھیں کہ وہ مر رہی گیا۔ آزادی کے بعد میں نے اُس کے بُرش اور کتابیں سنبھالیں اور
بقیہ الفاظ اور علامتیں یہی بھائی نے کبھی تھیں اتنی ہی میں نے بھی سیکھ لیں۔ محمد پر
عوام کی خدمت کا جنون سوار تھا نا۔
پہلی عورت : (ترجمان سے) اپنے دوست سے پوچھو کیا وہ ہم سے اور گانا سنا چاہتا ہے۔
ہم اُسے گانا سنا کر خوش ہوں گی۔

دان : (پہلے گھڑی پر نظر ڈالتا ہے اور پھر حاضرین کی طرف دیکھتا ہے)
وان : ایسا لگتا ہے جیسے ہم ٹرین میں بیٹھے ہوں۔ آپ ان کے یہ بیوہ لاؤڈ اسپیکر نہ
نہیں کھراکتے۔
(پھر عورتوں سے مخاطب ہو کر) جی ہاں۔ بہت بہت شکریہ۔ آپ اور گانا سنائیے
(عورتیں پھر گانے لگتی ہیں)

دان : (تالیاں بجاتا ہے اور عورتیں بھی جواب میں تالیاں کاتی
ہیں)

پہلی عورت : ایسا معلوم ہوتا ہے ہمارے دوست ہمارا گانا سن کر بہت غنظل ہوئے۔ اب
آپ کا کیا خیال ہے، کیا وہ کوئی اور گانا سنا چاہتے ہیں؟ ہم نے نئے اسکول کے
بارے میں ایک گیت بیکھا ہے۔

ترجمان : معاف کیجئے گا۔ وہ اب کچھ تھکے ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔
چھٹی عورت : ہاں ان ملکوں کے لوگ جلدی تھک جاتے ہیں۔
ترجمان : پورے ہفتے اُن پر تھکن طاری رہی۔ چند روز بھوتے ایک رات کو بیچ آپرا سے
اٹھ آتے تھے۔ حالانکہ وہ اس میں مہمان خصوصی تھے۔
پانچویں عورت : یہ تو بد تمیزی کی بات ہے۔

پہلی عورت : غنیمت ہے کہ وہ ہماری زبان نہیں سمجھتا۔ ہیں آپ بڑی شرمندگی ہوتی۔
وان : کیا کہہ رہی ہیں یہ؟ ذرا اضطرب کے ساتھ کیا انہیں معلوم نہیں میں کون ہوں؟
ترجمان : آپ فکر نہ کریں۔ وہ آپ کو ایک عام سیاح سمجھ رہی ہیں۔

عورتیں اُسے کرسی پیش کرتی ہیں۔ وہ اس میں دھنسا جاتا ہے اور اپنی
پیشانی سے پسینہ پونچھنے لگتا ہے۔ عورتیں چھوٹی کرسیوں پر بیٹھ جاتی
ہیں۔ ایک عورت دان اور ترجمان کو چاہے پیش کرتی ہے

باقی آئندہ

کر دیئے جاتے ہیں۔ در بدر کئے جاتے ہیں ہر جگہ
اور صنعت کار اپنے انورسورخ کی بنا پر حیت
جانتے ہیں۔ اور محنت کرنے والے پس دیوار
زندان وکیل دیئے جاتے ہیں غریب، مظلوم،
اور محنت کش عوام کے ساتھ یہی ہے انسانی اس
وقت تک ہوتی رہے گی۔ جب تک ہمارے
لگے ہیں سامراج کا پھندہ پڑا رہے گا۔ جس دن
ہم نے یہ پھندہ توڑ لیا، اس دن حقیقی آزادی
اور خوشحالی ہمارے قدم چومے گی۔

بقیہ : چین دشمن

ادریہ تمام جس رہ سکتا ہے تو اسلام
کے ذریعے، سوشلزم کے
ذریعے سے نہیں رہ سکتا۔ سوشلزم
آئے گا تو آپ کا دین ایمان بھی
جائے گا۔ اور اس ملک کے لوگ
جی ہو جائیں گے۔ آپ خود بھی
کہ آخر اس کی کیا معنوں وجہ ہو سکتی
ہے۔ کہ سوشلسٹ بنگال۔ سوشلسٹ
مغربی پاکستان کے ساتھ مل کوئے۔
جبکہ اس کے قریب ہوشٹ مغربی
بنگال موجود ہو۔ سوشلسٹ برہما پوتہ
مواد سوشلسٹ چین موجود ہو۔
”زندگی ۹ نومبر ۱۹۷۰ء“

یہ چند احسان فراموشی کے چین کے متعلق
حقیقی جذبات اور ارادے تھے۔ آج کل
نے انہیں منہ کی کھانے پر مجبور کر دیے۔ لیکن
ان بزرگوں کے اصل مسداور نہیں کے سعلق
حقیقی نظریات یہی ہیں۔ چین دشمنی کی وجہ
صرف اور صرف پاکستان دشمنی ہے۔ کیوں نہ
اس وقت بڑی طاقتوں میں سے صرف چین پاکستان
کی ایک جیتی اتحاد اور سلامتی کا ضمانت ثابت ہوا۔
اور عملی طور پر اس نے ظاہر کر دیا کہ وہ بنگال میں
پاکستان کا ساتھ دے گا۔ ان دنوں بھی انڈین
خانہ یہ طاقتیں چین کے خلاف نفرت پھیلانے
میں مصروف ہیں مغربی بنگال کے مکمل باڑیوں
اور مشرقی پاکستان کے سوشلسٹوں پر مشرقی
پاکستان کی علیحدگی کے الزامات عاید کر کے
بالواسطہ طور پر یہ ثابت کرتے ہیں کہ چین بھی
پاکستان کی تقسیم چاہتا ہے۔ کیونکہ ان عوامی
تنظیموں کے ساتھ چین تو آزاد لفظ بھی استعمال
کیا جاتا ہے۔ اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ
چین مغربی بنگال کی مکمل باڑی تحریک کی

عارف علی صدیقی۔ کراچی

بقیہ : مزدور عظیم ہے خدا یا

کی برطانیوں کا سلسلہ جاری رہا۔ یونین کے نائب
صدر محمد یاسین کے علاوہ بے شمار کارکنوں کو جی
الک کر دیا گیا۔ اس کے علاوہ تنخواہ دار غنڈوں
کے ذریعہ فیکٹری میں خوف و ہراس پھیلا دیا گیا۔
اور کام کرنے والی خواتین کو اغوا کرنے کی دیکھیاں
بھی دی گئیں۔

یونین کے سربراہ رٹمنٹ مارشل لار حکام اور
صدر مملکت کو تحریری اطلاع دی اور بار بار اپیل
کی گئی کہ فیکٹری کے ملازمین اور انتظامیہ کے برابریں
فری ہو پر ایک ایسا سمجھوتہ لایا جائے جو
دونوں فریقین کے لئے قابل قبول ہو۔ ۶ مئی
۱۹۷۰ء کو صدر مملکت کی جانب سے جواب
موصول ہوا جس میں کہا گیا تھا کہ ہمارا معاملہ
چیت بکر ٹری مغربی پاکستان کے حوالے کر دیا
گیا۔ اسی تاریخ کو مارشل لار حکام نے بھی اطلاع
دی کہ یونین اور فیکٹری کا معاملہ میر سکرٹری
مغربی پاکستان کو بھیج دیا گیا ہے۔ ۶ اکتوبر ۱۹۷۰ء
کو کٹن کراچی کی جانب سے جواب موصول ہوا کہ
”ہمارا معاملہ ٹرک کے میٹرے کے حوالے کر دیا گیا
ہے۔“ ۱۳ اکتوبر کو گورنر سندھ کے افسر تعلقات
عامر نے سکرٹری حکومت سندھ سے رجوع
ہونے کی ہدایت دی۔ لیکن ان ساری کارروائیوں
کا کوئی مثبت نتیجہ برآمد نہ ہوا۔ معاملہ جہاں پہنچتا
وہیں رہا۔ ایک اینج آگے نہ بڑھا۔ فیکٹری کے
مالکان اور انتظامیہ کے تنخواہ دار چچے اور غنڈے
فیکٹری میں کتنے پھریں فیکٹری کے حالات اس
وقت بدیں گے جب مزدور فیکٹری کے مالک
ہوں گے۔ بھی تو مزدوروں کو مالکان کی مرضی

مئی ۱۹۷۷ء سے مئی ۱۹۷۸ء

ہفت روزہ الفتح کا پہلا سال بھی ہے اور پاکستان کی تاریخ کا اہم سال بھی ہے

■ انتخابی ہنگامے ■ عوامی جدوجہد ■ انتخابات میں اسلام پسندوں کی شکست ■ مجیب بھٹو یحییٰ مذاکرات
■ بھارتی امریکی اور روسی سازش کی ناکامی ■ ان واقعات کے ہر پہلو پر

پیش
کر رہا ہے

سالنامہ

الفتح
ایک شاندار



بھارتی خفیہ عزائم کے بارے میں نذوالفقار علی بھٹو
چیمبرین پاکستان پیپلز پارٹی کا اہم خصوصی اور مفصل مضمون

لکھنے والے

احمد ندیم قاسمی صفدر میر ابراہیم جلیس شوکت صدیقی ابن اثا جمیل الدین علی عبدالجبار قلیل شفائی
مولانا کوثر نیازی فارغ بخاری باجرہ مسرور ظفر اللہ پوٹھی ایم کے جنجوعہ اقبال میر خدیجہ منظور
حسن عابدی ایم جے زاہدی منہاج برتا افضل صدیقی زین الدین شاہ لودھی معراج محمد خاں طارق عزیز علی احمد
عابدزہیری انور سجاد اور بہت سے دوسرے حضرات

ضخامت: معمول سے زیادہ قیمت: ایک روپیہ سرورق: سات رنگوں میں

ایجنٹ حضرات مطلوبہ تعداد سے مئی کے آخر تک مطلع کر دیں

مشترک حضرات مئی کے آخر تک جگہ محفوظ کروالیں

جنرل مینجیر ہفت روزہ الفتح - ۷۷ ڈی - کمرشل ایریا - پی - ای - سی - ایچ - ایس - ٹرسری - کراچی



پاکستانیوں سے بہتر امیدیں —
اور جامعہ سے بہترین توقعات —

جامعہ

پٹرولیم کی صنعت میں

اولین پاکستانی ادارہ

جملہ صنعتی ضروریات کے لئے خصوصی پٹرولیم
لبریکینٹس بنانے والا سب سے بڑا ادارہ -



افواجِ پاکستان کو لبریکینٹس اور گریس کے
سب سے بڑے سپلائر -



ڈائریکٹوریٹ آف انوسٹمنٹ پروموشن اور
سپلائر کی پٹرولیم لبریکینٹس اور گریس کی جملہ
ضروریات کے سب سے بڑے سپلائر -

